دورانِ نماز موبائل فون بند کرنے اور موبائل فون سے متعلق
کئی ایک نت نئے مسائل پر عمدہ تحقیق

# موبائل فون

## اور شرعی مسائل و دلائل

از قلم

استاذ العلماء مفتی ضمیر احمد مرتضائی حفظہ اللہ تعالیٰ

فاضل جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور
متخصص فی الفقہ الاسلامی جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو، لاہور


مسلم کتابوی لاہور

قَدۡ اَفۡلَحَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ ۙ﴿۱﴾ الَّذِیۡنَ ہُمۡ فِیۡ صَلَاتِہِمۡ خٰشِعُوۡنَ ۙ﴿۲﴾ (المومنون)

ترجمہ: "یقیناً ایمان والے کامیاب ہوئے جو اپنی نمازوں میں عاجزی (اور اطمینان قلبی سے عبادت) کرتے ہیں۔"

دورانِ نماز موبائل فون بند کرنے اور موبائل فون سے متعلق
کئی ایک نت نئے مسائل پر عمدہ تحقیق

موسوم بہ

# موبائل فون اور شرعی مسائل و دلائل

قرآن وحدیث اور مفسرین کرام وفقہاء عظام کے اقوال و دلائل کی روشنی میں نماز میں موبائل فون بند کرنے کے بارے "عمل کثیر" پر اعلیٰ تحقیق کا بیان اور اس کے ساتھ ساتھ موبائل فون سے نکاح وطلاق کے مسائل، وقف بجلی سے موبائل فون چارج کرنے کے مسائل، ایڈوانس لوڈ کے جواز اور کئی ایک فوائد پر مشتمل جامع تحقیق

ازقلم

استاذ العلماء **مفتی ضمیر احمد مرتضائی** حفظہ اللہ تعالیٰ

فاضل جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

متخصص فی الفقہ الاسلامی جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو، لاہور

**مسلم کتابوی**

دربار مارکیٹ، گنج بخش روڈ، لاہور 042-37225605

Email:muslimkitabevi@gmail.com

| | | |
|---|---|---|
| نام کتاب | : | موبائل فون اور شرعی مسائل و دلائل |
| ازقلم | : | مفتی ضمیر احمد مرتضائی مدظلہ العالی |
| کمپوزنگ | : | عبدالرحمٰن انور |
| صفحات | : | 104 |
| سال اشاعت | : | محرم الحرام ۱۴۳۶ھ مطابق 2014ء |
| پرنٹرز | : | یاسر پرنٹرز بلال گنج لاہور |
| تعداد | : | گیارہ صد |
| ناشر | : | مسلم کتابوی لاہور |
| قیمت | : | -/100 روپے |


## ملنے کے پتے

والضحیٰ پبلشرز، دربار مارکیٹ، لاہور

مسلم کتابوی، گنج بخش روڈ، دربار مارکیٹ، لاہور

مکتبہ مرتضائیہ قلعہ شریف ڈاکخانہ ناظر لبانہ تحصیل شرقپور ضلع شیخوپورہ

دارالنور، کچا رشید روڈ، لاہور

نظامیہ کتاب گھر، اردو بازار لاہور

نعیمیہ بک سٹال، اردو بازار لاہور

مکتبہ اہلسنت، جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

# انتساب

حضور شیخ المشائخ، محقق و مدقق، مناظر اسلام، امام العاشقین، برہان الواصلین

حضرت خواجہ عالم

**پیر غلام مرتضیٰ فنافی الرسول رضی اللہ عنہ**

اور ان کے لخت جگر، نورِ نظر، حامل علم لدنی، مادر زاد ولی اللہ، مردِ حق، مناظرِ اسلام

شیخ الفقہاء والمحدثین استاذ العلماء

فضیلۃ الشیخ حضرت خواجہ عالم

**پیر نور محمد مرتضائی فنافی الرسول رضی اللہ عنہ**

اور ان کے خلف الرشید، شاگرد حمید، علوم مرتضائیہ کے امین پروردہ آغوشِ ولایت

حضور فضیلۃ الشیخ قبلہ جہاں حضرت علامہ و مولانا

**میاں نذیر احمد نقشبندی مرتضائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ**

کے نام

جن کی نظر عنایت اور فیضان کامل سے اس ادنی خاکسار کو

دین متین کی خدمت کا موقع میسر آیا۔

(والحمد للہ علی ذلک)

# اھداء

بندہ اس کاوش کو اپنے والدین اور تمام اساتذہ کے لیے ھدیۂ تبریک پیش کرتا ہے۔

خصوصاً

استاذ العلماء فقیہ کبیر شیخ الفقہ والحدیث مرجع الفضلاء ، فخر المدرسین

حضرت علامہ ومولانا **مفتی محمد عبد العلیم سیالوی** حفظہ اللہ تعالیٰ دامت برکاتہم العالیہ

صدر مدرس وشیخ الحدیث جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور

اور

جامع المعقول والمنقول استاذ العلماء شیخ الحدیث والتفسیر حافظ الملۃ والدین

**حافظ عبد الستار سعیدی صاحب دامت برکاتہم العالیہ**

(شیخ الحدیث وناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور)

گر قبول افتد زہے عز وشرف

**فقط**

**ضمیر احمد مرتضائی غفرلہ الباری**



# فہرست

# ابتدائیہ

الحمدللہ الذی بشر الفلاح للخاشعین بالیقین والصلوٰۃ والسلام علی الذی اعرض عن اللغو بالحق المبین وعلی الہ و اصحابہ الذین قاموا علی الدین المتین وتابعیھم وتبعھم من المجتھدین رضوان اللہ تعالی علیھم اجمعین، أما بعد!

فأعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝۱ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۝۲ وَالَّذِیْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۝۳ (المومنون)

ترجمہ: "یقیناً ایمان والے کامیاب ہوئے جو اپنی نمازوں میں عاجزی (اور اطمینان قلبی سے عبادت) کرتے ہیں اور جو بیہودہ چیزوں سے منہ پھیر لیتے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ کا ہم پر احسان عظیم ہے کہ اس نے امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی خاطر ہر نو پید مسئلہ کا حل دین اسلام کی ہموار راہوں پر رکھ دیا اور کسی حل کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ طالب حق کے لیے اس پر عمل کرنا ممکن ہو جائے۔ انسانی فکر ہمیشہ حقیقت شناسی کے لیے کوشاں رہی ہے، کسی کا نقطۂ نظر فقط عقلیات اور کوئی شرعیات کو محل فکر بناتا ہے۔ پھر ان میں کبھی باہم اتفاق نظر آتا ہے اور کبھی اختلاف کی گھٹائیں چھا جاتی ہے لیکن یہ خیال رہے کہ مختلف اقوال اس وقت تک اعتبار کی نگاہوں میں چمکیں گے جب تک شریعت سے نہ ناطہ نہ توڑیں گے کیونکہ ہر انسان کے دل میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک نور پیدا فرمایا ہے جس کے ذریعے انسان حق و

باطل اور اچھے برے میں امتیاز کرسکتا ہے اور انسان اسی نور کے سبب ہی حیوانات کی گنتی سے ممتاز ہوتا ہے اسی نور کو ہم عقل کا نام دیتے ہیں اور یہ نور اس وقت تک برقرار رہتا ہے جب تک نورِ مطلق سے نہ ٹکرائے کیونکہ سبھی کے فیضان کا منبع و مرکز یہی نورِ مطلق ہے۔ لہٰذا ہر انسان اسی عطاء خداوندی کے مطابق سلسلہ گفتگو دراز کرتا ہے۔ مختلف آراء بدلتی ہوئی فکروں کا پیش خیمہ ہوتی ہیں اور مختلف فکریں اختلافِ عقول کا تقاضا کرتی ہیں اور عقل نعمتِ الٰہی ہے۔ اگر ہم فقہاء کرام کے مختلف اقوال کو ایک بھیانک امر شمار کرنا شروع کردیں تو درپردہ ہمارا اعتراض نعمتِ خداوندی پر ہوگا۔ یہ بات حق ہے کہ جو اختلاف شریعت کے ضوابط چھوڑ کر اور بنیادی امور کو توڑ کر کیا جائے تو وہ ہٹ دھرمی اور عناد پرستی پر مبنی ہوتا ہے جسے کوئی بھی ذی شعور اچھا نہیں سمجھتا۔ لہٰذا طلبِ حقیقت شریعت کے دائرہ میں رہ کر ہونی چاہیے۔

یہ تو کسی عقل مند سے مخفی نہیں کہ حقیقت شناسی کا مقصد صرف علم نہیں عمل ہوتا ہے اور عمل میں مرکز توجہ "دل" ہے اور یہی ایمان کا ٹھکانہ ہے۔ اگر پراگندہ افکار اصل ایمان میں بگاڑ پیدا کردیں تو دل سیاہ اور مردہ ہوجاتا ہے اور اگر مختلف افکار و اقوال کے جھونکوں سے قوتِ ایمانی بڑھتی ہو تو عقل و فکر میں ایک روحانی انقلاب برپا ہوجاتا ہے۔ کم وقت میں زیادہ کام فیضانِ الٰہی کا نکھرتا ہوا ایک کرشمہ ہوتا ہے۔ ایک ہی صف میں ایک ہی استاذ سے پڑھنے والے کوئی رازیٔ وقت بن جاتا ہے اور کوئی کسی راہ کا چوکیدار، کوئی علم و عمل کا پیکر اور کوئی راہِ حق سے فرار۔ لیکن قوتِ ایمانی کا اظہار اور علامت، محبتِ رسول علیہ التحیہ والثناء سے خود کو سرشار اور راہِ حق کی خاطر ہموار کرنے میں ہے۔ وہ طریق اور راستہ کوئی بھی ہو، اسی واسطے کہا جاتا ہے کہ "مذاہب اربعہ فروعیات میں اگرچہ مختلف ہیں لیکن مسائل اصولیہ و اعتقادیہ میں محبت رسول ﷺ کا دامن تھامنے والے سبھی اہل السنت والجماعت کے عظیم افراد ہیں۔"

رحمت خداوندی سے ہمیں ہر روز پانچ مرتبہ تازگی ایمان کا موقع میسر آتا ہے۔ جس میں مرکزِ توجہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کیا جاتا ہے اور غیر اللہ کی طرف اٹھنے والے ہر خیال کے



ترک کو خشوع و خضوع کا نام دے کر اسے اختیار کیا جاتا ہے۔ بالآخر دل اس ہمت اور رابطے کی ورزش سے قدرتِ الٰہی کے چمک اور تجلیاتِ الٰہی کے رونق میں چھپتا چلا جاتا ہے۔ جس سے ظاہر ہوجاتا ہے کہ "نماز میں حضورِ قلب و خشوع و خضوع مغز مقصود واعز مطلوب ہے۔"

اگر خشوع و خضوع مسجد میں مختلف قسم کے میوزک اور ٹونز سے ختم ہوجائے اور موبائل فون کی بل سے ہر نمازی کا دل پریشان حال ہوجائے تو غیرت ایمانی کے مطابق حکم خداوندی بروئے کار لانا ہماری اہم ذمہ داری ہوگی۔ ہر دفتر اور اسمبلی حال کے قانون و آداب دل و جان سے تسلیم ہوں لیکن افسوس کہ رب تعالیٰ کے گھر آنے کا ڈھنگ ہو نہ سلیقہ۔ نہ مسجد کے تقدس کا خیال ہے نہ بے ادبی کی پرواہ، ایک بے حسی سی پیدا ہوتی چلی جارہی ہے۔ مساجد، میوزک و مزامیر کی نظر ہوگئیں، آدابِ مخلوق سے مزین قوم، خالق کے آداب بھول گئی۔ پیر و امیر کی تعظیم تو سر آنکھوں پر لیکن پیروں کے پیر، امیروں کے امیر کی توہین و نافرمانی سر بازار اور بار بار...... سمجھ سے بالاتر امر ہے۔ بیشک یہی قرب قیامت کے الم ناک مناظر و علامات ہیں کہ بالآخر روئے زمین پر بسنے والے کافر ہی کافر ہوں گے ایک بھی مسلمان باقی نہ رہے گا اور قیامت کفر پر آئے گی۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لیکونن من امتی اقوام یستحلون الحر والحریر والخمر والمعازف [1]

"میری امت میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو زنا، ریشم، شراب اور باجوں کو حلال سمجھیں گے۔"

اور ترمذی شریف کی روایت میں ہے:

فی ھذہ الامۃ خسف ومسخ وقذف، فقال رجل من المسلمین یارسول اللہ! ومتی ذلک؟ قال اذا ظھرت القیان والمعازف وشربت الخمور۔ [2]

---

[1] بخاری شریف، کتاب الاشربہ جلد نمبر ۲، ص ۸۳۷، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی

[2] ترمذی شریف، ابواب الفتن جلد نمبر ۲ ص ۴۵، مطبوعہ مکتبہ علوم اسلامیہ بلوچستان

"اس امت میں بھی زمین دھنسنے، صورتیں مسخ ہونے اور پتھروں کی بارش کے واقعات ہوں گے، مسلمانوں میں سے ایک شخص نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ ایسا ہوگا کب؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا" جب گانے والی عورتوں اور باجوں کا عام رواج ہوجائے گا اور کثرت سے شرابیں پی جائیں گیں۔"

میرے بھائیو! اب مظلومیت کے رونے کو چھوڑ کر میدانِ کارساز میں پیش قدمی کرنا ہوگی، کفر وطغیانی کی سرکشی بڑھتی جارہی ہے جس کے مقابلہ کے لیے ہمارا ہتھیار، محبت رسول ﷺ سے سرشاری اور پلاننگ کردارِ صحابہ کرام ہو۔ یقیناً یہ جنگی سامان ہر غیرت مند مسلمان کے پاس ہونا چاہیے۔ کفر کے خلاف پکار میں ایک للکار پر اٹھنا چاہیے۔ اختلافات کا حل نکالنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں آپس میں متحد اور کفر کے خلاف ایک جان ہونے کی توفیق دے۔ آمین

میرے بعض احباب نے "مسجد میں دورانِ نماز بجتے ہوئے موبائل فون بند کرنے کے بارے دریافت کیا کہ انہیں نماز میں بند کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ ہر ایک کو فرداً فرداً جواب دینا دشوار تھا اس واسطے تمامی احباب کے لیے اس مسئلہ کے حل کی خاطر قلم اٹھاتا ہوں اور دعاگو ہوں کہ رب کریم عزوجل میری اس کاوش کو خالص اپنی رضا کے لیے مختص فرمائے اور بارگاہِ خداوندی میں التجاء ہے کہ بندہ پر اس مسئلہ کی حقیقت عیاں فرمائے اور حق کا القاء فرمائے اور اس مسئلہ جدیدہ میں ہمہ حال دامنِ مصطفےٰ ﷺ کو تھامنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

فقط

ابوالحسن محمد

الشہیر

ضمیر احمد مرتضائی غفرلہ الباری



## نماز میں خشوع اور حکم الٰہی:

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱﴾ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ﴿۲﴾ وَالَّذِیْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ﴿۳﴾ (المومنون:۱تا۳)

"یقیناً ایمان والے کامیاب ہوگئے جو اپنی نمازوں میں عاجزی (اور اطمینان قلبی سے عبادت) کرتے ہیں اور جو بے ہودہ چیزوں سے منہ پھیر لیتے ہیں۔"

وَیَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا ؕ وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِیْنَ ﴿۹۰﴾ (الانبیاء:۹۰)

"وہ رغبت اور خوف کے ساتھ ہماری عبادت کرتے ہیں اور ہم سے ڈرنے والے ہیں۔"

وَاِنَّهَا لَكَبِیْرَةٌ اِلَّا عَلَی الْخٰشِعِیْنَ ﴿۴۵﴾ (البقرہ:۴۵)

"اور بیشک نماز بوجھل ہے مگر خشوع (سے نماز پڑھنے والوں) اور عاجزی کرنے والوں پر (بوجھل نہیں)۔"

نماز میں خشوع امر خداوندی بھی ہے اور طریقہ انبیاء بھی۔ آیات بینات کے مفہوم سے واضح ہوتا ہے کہ جب خشوع نماز میں ختم ہوجائے تو رب کی بارگاہِ اقدس میں سجدہ بھی گراں معلوم ہوتا ہے کیونکہ جس کی بارگاہ میں سجدہ کیا جارہا ہے اس کی طرف توجہ نہیں کی جارہی۔

جو میں سربسجدہ ہوا کبھی تو زمیں سے آنے لگی صدا

ترا دل تو ہے صنم آشنا تجھے کیا ملے گا نماز میں

دل پر خشوع کے اثرات یہ مرتب ہوتے ہیں کہ خوف اور تنہائی طبیعت کا جزو بن جاتے ہیں اور ظاہر اعضاء و جوارح پر سکون طاری ہونے لگتا ہے۔ ذہنی خیالات پراگندگیوں سے سمٹی ہوئی توجہ کے باغوں میں بادِ صبا کے جھونکے بن کر قلب وروح کو مفرح ومعطر کردیتے ہیں۔

مفسرین کرام نے مذکورہ آیات مقدسہ کی تفاسیر میں "خشوع" کی ماہیت اس کے

اسباب اور خشوع کے باقی رہنے کے طریقوں پر سیر حاصل گفتگو فرمائی ہے۔ بندہ ان میں سے چند عبارات کو بطور تکمیل مضمون و متعلق موضوع پیش کرتا ہے۔

امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ "تفسیر کبیر" میں رقمطراز ہیں:

واختلفوا فی الخشوع فمنهم من جعله من افعال القلوب كالخوف والرهبة ومنهم من جعله من افعال الجوارح كالسكون و ترك الالتفات ومنهم من جمع بين الامرين وهو الاولى [۱]

"یعنی "خشوع" کی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں بعض نے خشوع کو دل کے افعال سے بنایا ہے جیسا کہ خوف الٰہی اور ڈرتے رہنا۔ اور بعض نے خشوع کو اعضاء و جوارح کے افعال سے بنایا ہے جیسا کہ سکون کا طاری ہونا اور توجہ ہٹانا اور بعض نے ان دونوں باتوں کو اکٹھا کیا ہے اور یہ اس کی زیادہ بہتر تفسیر ہے۔"

امام ابو منصور ماتریدی حنفی علیہ الرحمہ "تاویلات اہل السنۃ" میں فرماتے ہیں:

وقوله تعالىٰ (الذين هم فى صلاتهم خشعون) قال الحسن: الخشوع، هو الخوف الدائم اللازم فى القلب وقال غيره: الخشوع فى القلب و اصل الخشوع، هو اثار ذل من خوف يظهر فى الوجه والجوارح كلها ولذلك قال بعضهم الخشوع فى الصلاة هو أن لايعرف مَن عن يمينه وشماله لان ذلك يشغله عن العلم بما يتلوه وأصله ماذ كرنا والله أعلم [۲]

"یعنی اللہ تعالیٰ کے فرمان میں خشوع کی تفسیر کرتے ہوئے امام حسن بصری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: وہ ہمیشہ رہنے والا ایسا خوف ہے جو دل میں لزوم اور مضبوطی اختیار کر لے۔ بعض

[۱] التفسیر الکبیر للرازی جلد نمبر ۶، ص ۱۸۴، مطبوعہ العامرۃ الشرفیہ سنہ ۱۳۲۴ھ

[۲] تاویلات اہل السنۃ جلد نمبر ۳، ص ۳۹۳، مطبوعہ المکتبۃ الحقانیۃ پشاور



نے کہا کہ خشوع دل میں ہوتا ہے اور خشوع کی اصل خوف سے طاری ہونے والے اثرات ہیں جن کا ظہور چہرے اور تمام جوارح میں دمکتا ہے۔ اسی واسطے بعض مفسرین نے کہا "نماز میں خشوع یہ ہے کہ نمازی یہ پہچان نہ پائے کہ اس کے دائیں کون ہے اور بائیں کون ہے۔ اس لیے کہ یہ چیز اسے تلاوت سے حاصل ہونے والی کیفیت اور علم سے مشغول کر دے گی حالانکہ خشوع کا مقصد تو وہی ہے جسے ہم نے ذکر کیا اور اللہ تعالیٰ زیادہ جاننے والا ہے۔"

تفسیر ابن عباس میں "خاشعون" کی تفسیر کے تحت فرماتے ہیں:

مخبتون متواضعون لايلتفتون يمينا ولا شمالا ولايرفعون أيديهم فى الصلاة [۱]

"یعنی مومنین نماز میں عاجزی و انکساری کرتے ہیں۔ نہ دائیں دیکھتے ہیں نہ بائیں اور نہ ہی اپنے ہاتھوں کو نماز میں اٹھاتے ہیں۔"

قاضی بیضاوی شیرازی علیہ الرحمہ اس آیت کریمہ کے تحت رقمطراز ہیں:

اى خائفون من الله متذللون له، ملزمون أبصارهم مساجدهم روى انه ﷺ راى رجلا يعبث بلحية فقال لوخشع قلب هذا لخشعت جوارحه [۲]

"یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے ہیں اس کی بارگاہ صمد میں خود کو حقیر بنا کر پیش کرنے والے ہیں اور اپنی نگاہوں کو اپنی سجدہ گاہوں کی طرف جمائے رکھتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ آپ ﷺ نے ایک شخص کو نماز میں داڑھی کے ساتھ کھیلتے ہوئے دیکھا تو ارشاد فرمایا: "اگر اس کا دل خشوع کرتا تو اس کے اعضاء بھی خشوع کرتے۔"

[۱] تفسیر ابن عباس، ص ۳۵۹، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان

[۲] تفسیر بیضاوی، ص ۴۵۱، مطبوعہ دار فراس للنشر والتوزیع

(ii) مصنف عبد الرزاق: ۲/ ۲۶۶۔ نوادر الاصول للترمذی: ۳/ ۲۱۰

علامہ محمود آلوسی "تفسیر روح المعانی" میں اس آیہ کریمہ کے تحت لکھتے ہیں:

وفی الکشاف: من الخشوع ان یستعمل الآداب و ذکر من ذلک توقی کف الثوب والتمطی والتثاؤب والتغمیض وتغطیۃ الفم والسدل والفرقعۃ والتشبیک وتقلب الحصی [1]

یعنی تفسیر کشاف میں ہے کہ "خشوع" آداب کو استعمال میں لانے کا نام ہے اور ان آداب میں کپڑے چڑھانا، انگڑائی لینا، جماہی لینا، آنکھیں (بغیر خشوع کے) بند کرنا، منہ کو ڈھانپ کے رکھنا، کپڑا لٹکانا، انگلیاں چٹخانہ، ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے کی انگلیوں میں داخل کرنا اور کنکریوں کو (بلاوجہ) ہٹانے سے بچنا ہے۔"

مفسرین کرام کے اقوال سے یہ معلوم ہوگیا کہ نماز میں خشوع دل سے بھی ہو اور افعال سے بھی ہو، دل سے خشوع، خوف اور تنہائی ہے۔ پھر اس کیفیت کا دل میں رسوخ اور قرار ہو جائے، اعمال میں خشوع، اعضاء میں سکون و اطمینان اور چہرے پر خوف الٰہی کے اثرات کا طاری ہونا ہے لیکن یہ بات بھی عیاں رہے کہ جب دل میں خشوع ہو تو اعضاء و جوارح میں بھی اس کی جھلک دِکھتی ہے اور مومن ایسے یقین اور پختگی کے ساتھ عبادت و منازل کی راہیں چڑھتا جاتا ہے کہ مقام خشوع ہی مقام معراج کا حصول ہے جس سے طالب و عارف، توحید کے اعلیٰ مراتب اور سلوک کی جائے انتہا تک پہنچ جاتا ہے۔

اسی واسطے حضور غوثِ اعظم شیخ المشائخ سیدی محی الدین عبد القادر جیلانی علیہ الرحمہ اپنی تفسیر موسوم بہ "تفسیر الجیلانی" میں آراء مفسرین کا مغز بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

(قد افلح) وفاز بمرتبۃ حق الیقین التی ھی اعلی مراتب التوحید ومنتھی السلوک و منقطع الطلب و العرفان (المومنون) الراسخون فی

[1] تفسیر روح المعانی جلد نمبر ۹ ص ۲۰۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان



الیقین العلمی، الجازمون الثابتون فیہ بلا تزلزل و تلوین (الذین ھم) من کمال رسوخھم وشدۃ تمکنھم وجزمھم (فی صلاتھم) التی ھی معراجھم للوصول الی مرتبۃ الرضاء و القبول (خاشعون) مخبتون متضرعون متحننون نحو الحق عن ظھر القلب و جمیع الجوارح والارکان بلا تلعثم وعثور [1]

"(قد افلح) یعنی مومنین کامیاب ہو گئے اور "حق الیقین" کے مرتبہ پر جا پہنچے جو توحید کے مراتب میں سے اعلیٰ اور منازلِ سلوک کی جائے انتہاء اور طلب و عرفان کے انقطاع کا مقام ہے۔ (المومنون) وہ جو یقین علمی میں راسخ، جزم و ثبوت کے اس طبقہ پر فائز جس میں نہ تو قدم لغزش کھائیں اور نہ کیفیت اپنا رخ بدلے۔ (الذین ھم) وہ جو اپنے کمال رسوخ اور ہمت و جزم میں سختی کی وجہ سے (فی صلاتھم) اپنی ان نمازوں میں جو مرتبہ رضا و قبول کی طرف پہنچنے کے لیے معراج ہے۔ (خاشعون) عاجزی کرنے والے، گڑگڑانے والے، قلب اور تمام جوارح و ارکان کے ظاہر سے حق کی طرف بن سوچے، قدم کو محفوظ کر کے مائل ہونے والے ہیں۔"

امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ "تفسیر کبیر" میں نماز میں خشوع کے شرط ہونے کے بارے تحقیق فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں:

واحتج المخالف بان اشتراط الخضوع و الخشوع علی خلاف اجماع الفقھاء فلا یلتفت الیہ، والجواب من وجوہ (احدھا) ان الحضور عندنا لیس شرطا للاجزاء بل شرط للقبول و المراد من الاجزاء ان لا یجب القضاء والمراد من القبول حکم الثواب، والفقھاء انما

[1] تفسیر الجیلانی جلد نمبر ۳ ص ۲۴۸، مطبوعہ مکتبہ معروفیہ کانسی روڈ کوئٹہ

يبحثون عن حكم الإجزاء لا عن حكم الثواب...... الخ

(وثانيها) انا نمنع هذا الاجماع اما المتكلمون فقد اتفقوا على انه لابد من الحضور والخشوع...... الخ اما الفقهاء فقد ذكر الفقيه ابو الليث رحمه الله تعالى في "تنبيه الغافلين" ان تمام القراة ان يقرا بغير لحن وان يقرا بالتفكر واما الغزالى رحمه الله تعالىٰ فانه نقل عن ابى طالب المكى عن بشر الحافى انه قال من لم يخشع فسدت صلوته وعن الحسن رحمه الله تعالى كل صلاة لايحضر فيها القلب فهى الى العقوبة اسرع وعن معاذ بن حبل من عرف من على يمينه وشماله متعمداً وهو فى الصلاة فلا صلاة له [1]

"یعنی خشوع وخضوع کو نماز میں شرط ماننے سے اختلاف کرنے والے یہ دلیل دیتے ہیں کہ یہ فقہاء کرام کے اجماع کے مخالف ہے لہٰذا اس کی طرف توجہ نہیں کرنی چاہیے؟ اس بات کے کئی ایک جواب ہیں پہلی بات تو یہ ہے کہ نماز میں حضورِ قلب ہمارے نزدیک اجزاء نماز کے شرط نہیں بلکہ قبولیت کی شرط ہے اور اجزاء نماز کی شرط نہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ خشوع نہ ہونے سے نماز دوبارہ لوٹانی واجب نہیں اور قبول سے مراد ثواب کا حکم ہے۔ اور فقہاء کرام اجزاء نماز سے بحث کرتے ہیں۔ حکم ثواب سے بحث کرنا ان کا کام نہیں۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ ہم اس اجماع کے وجود کو تسلیم نہیں کرتے۔ کیونکہ متکلمین نے اتفاق کیا ہے کہ نماز میں حضور قلب اور خشوع ضروری ہے اور فقہاء کرام میں سے فقیہ ابولیث سمرقندی علیہ الرحمہ نے "تنبیہ الغافلین" میں فرمایا کہ نماز میں قراءت کی تمامیت یہ ہے کہ بغیر لحن کے ساتھ اور غور وفکر کے ساتھ قرآن پڑھے اور امام غزالی علیہ الرحمہ آپ نے حضرت ابوطالب مکی علیہ الرحمہ سے وہ بشر حافی سے روایت کرتے ہیں کہ "جس نے نماز میں خشوع نہ کیا اس کی نماز فاسد

[1] التفسیر الکبیر جلد نمبر ۶ ص ۱۸۵، مطبوعہ العامرۃ الشرفیۃ



ہے۔" اور خواجہ حسن بصری علیہ الرحمہ سے مروی ہے کہ "ہر وہ نماز جس میں دل حاضر نہ ہو وہ نماز عذابِ الٰہی کی طرف جلدی لے جانے والی ہے۔" اور حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ "جو شخص نماز میں اپنے دائیں، بائیں شخص کو جان بوجھ کر پہچاننے کی کوشش میں رہے تو اس کی نماز نہیں ہے۔" (یعنی ایسے شخص کی نماز بے رس پھل کی طرح ہے، لہٰذا نماز میں خشوع واجب اور ضروری ہے۔ اگرچہ یہ وجوب باطنی ہے فقہی نہیں۔)

ہمارے عصر حاضر کے محقق استاذ العلماء علامہ غلام رسول سعیدی صاحب دامت برکاتہم العالیہ "خشوع وخضوع" کے موضوع پر چند احادیث واقوال جمع کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس مسلمان شخص پر فرض نماز کا وقت آئے وہ اس نماز کا اچھی طرح وضو کرے اور نماز میں اچھی طرح خشوع اور رکوع کرے تو وہ نماز اس کے پچھلے گناہوں کا کفارہ ہو جاتی ہے، جب تک کہ وہ کسی گناہ کبیرہ کا ارتکاب نہ کرے اور یہ سلسلہ تمام دہر تک رہے گا۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۸، سنن بیہقی ج ا ص ۱۸۷، کنز العمال رقم الحدیث: ۱۹۰۳۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی مثال اس طرح ہے اور اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ کون اس کی راہ میں جہاد کرتا ہے، جس طرح روزہ رکھنے والا، نماز میں قیام کرنے والا، خشوع کرنے والا، رکوع کرنے والا اور سجدے کرنے والا ہے۔ (سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۱۲۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میری توجہ صرف سامنے ہوتی ہے اللہ کی قسم مجھ پر نہ تمہارا رکوع مخفی ہوتا ہے اور نہ تمہارا خشوع مخفی ہوتا ہے اور بے شک میں تم کو ضرور اپنی پشت کے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۴۱، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۴۲۵-۴۲۴، مسند احمد رقم الحدیث: ۸۰۱۱، ۵۷۵۶، ۸۸۶۴ عالم الکتب)

حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بندہ اپنے رب کے سب سے زیادہ قریب آدھی رات کو ہوتا ہے اگر تم اس وقت میں اللہ کا ذکر کر سکتے ہو تو کرو۔ (یہ حدیث حسن صحیح، غریب ہے) (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۵۷۹، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۸۲، مسند احمد ج ۴، ص ۱۱۱، صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۱۱۴۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تمہاری صورتوں کو اور تمہارے مالوں کو نہیں دیکھتا لیکن وہ تمہارے دلوں اور تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۶۴، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۱۴۳)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان بھی اچھے طریقے سے وضو کرتا ہے پھر اس طرح کھڑا ہو کر نماز پڑھتا ہے کہ وہ ان دو رکعتوں کی طرف اپنے دل اور چہرہ سے متوجہ ہوتا ہے اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۳۴، سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۹۰۶،۱۶۹، سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۵۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز استسقاء کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بغیر زینت کے عام لباس میں باہر آئے، عاجزی کرتے ہوئے اور گڑ گڑاتے ہوئے حتی کہ عید گاہ پہنچے پھر تمہارے خطبوں کی طرح خطبہ نہیں دیا، لیکن آپ دعا کرنے، آہ و زاری کرنے اور اللہ کی بڑائی بیان کرنے میں مصروف رہے اور اس طرح نماز پڑھی جس طرح عید کی نماز پڑھی جاتی ہے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۵۵۸، سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۱۱۶۵، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۱۸۶، سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۵۰۵، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۴۷۳، مسند احمد ج ۱، ص ۲۳۰، صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۱۴۰۵، سنن الدار قطنی ج ۲ ص ۶۷، المستدرک ج ۱ ص ۳۲۶، سنن بیہقی ج ۲ ص ۳۴۷)

حضرت عبداللہ بن الشخیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نماز



پڑھتے ہوئے دیکھا اور نماز میں آپ کے رونے کی وجہ سے آپ کے سینہ سے ایسی آواز آ رہی تھی جیسے چکی چلنے کی آواز آتی ہے۔

(سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۹۰۴، سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۲۱۳، شمائل الترمذی رقم الحدیث: ۳۰۵)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے سامنے قرآن پڑھو، میں نے عرض کیا میں آپ کے سامنے قرآن پڑھوں! حالانکہ آپ پر تو خود قرآن مجید نازل کیا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ میں اپنے علاوہ کسی اور سے قرآن سنوں، میں نے آپ کے سامنے سورۃ النساء پڑھی جب میں اس آیت پر پہنچا فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰۤؤُلَآءِ شَهِيْدًا ﴿۴۱﴾ تو آپ نے فرمایا رک جاؤ اس وقت آپ کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری ہو رہے تھے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۵۸۲، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۸۰۰، سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۳۶۶۸، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۰۲۵)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس شخص نے اللہ کے لیے خشوع کرتے ہوئے عاجزی کی، اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن سر بلند کرے گا اور جس شخص نے اپنے آپ کو بڑا سمجھتے ہوئے تکبر کیا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو سرنگوں کرے گا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۶۲، المعجم الکبیر ج ۹ ص ۱۶۳، ج ۹ ص ۹۵، مجمع الزوائد ج ۱۰، صحیح ۲۲۳-۲۳۵، کتاب الزہد للوکیع بن الجراح رقم الحدیث: ۲۱۶، کتاب الزہد لاحمد بن حنبل رقم الحدیث: ۱۴۲، مختصر تاریخ دمشق ج ۱۳، ص ۳۷۷)

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ایک شخص گردن جھکا کر نماز پڑھ رہا تھا، حضرت عمر نے فرمایا اے گردن والے اپنی گردن اوپر اٹھاؤ، خشوع گردنوں میں نہیں ہوتا خشوع دل میں ہوتا ہے۔ (مدارج السالکین ج ۱ ص ۵۵۹، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۰۵ھ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے الذین ھم فی صلوتھم خاشعون کی تفسیر میں فرمایا جب صحابہ نماز پڑھتے تھے تو اپنی نماز کی طرف متوجہ رہتے تھے، اپنی نظریں جھکا کر سجدہ کی جگہ رکھتے تھے اور ان کو یہ یقین ہوتا تھا کہ اللہ ان کی طرف متوجہ ہے اور وہ دائیں بائیں التفات نہیں کرتے تھے۔

(الدر المنثور ج ۶ ص ۸۴، بہ حوالہ تفسیر ابن مردویہ، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۴ھ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ویل للمطففین کی چھ ابتدائی آیتیں پڑھیں جب وہ یوم یقوم الناس لرب العالمین پر پہنچے تو ان پر گریہ طاری ہوا اور وہ زمین پر گر گئے اور آگے نہ پڑھ سکے۔ (کتاب الزہد للوکیع بن الجراح رقم الحدیث: ۲۷، کتاب الزہد لاحمد بن حنبل رقم الحدیث: ۱۹۲، حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۳۰۵، المستدرک ج ۵ ص ۲۱۷)

حضرت علی بن الحسین (زین العابدین) رضی اللہ عنہما جب وضو کرتے تو ان کا چہرہ زرد پڑ جاتا اور متغیر ہو جاتا، ان سے پوچھا جاتا آپ کو کیا ہوا وہ کہتے کیا تم کو معلوم ہے کہ میں کس کے سامنے کھڑا ہونے کا ارادہ کر رہا ہوں۔

(مختصر منہاج القاصدین لابن قدامہ ص ۲۷۳، دار التراث العربی بیروت، ۱۹۸۲ء)

قتادہ نے کہا دل میں جب خشوع ہو تو خدا کا خوف ہوتا ہے اور نماز میں نظریں نیچے ہوتی ہیں۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۱۹۲۳۹، الدر المنثور ج ۶ ص ۸۴)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا دل میں خشوع یہ ہے کہ تم مسلمانوں کے لیے نرم ہو اور نماز میں ادھر ادھر التفات نہ کرو۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۱۹۲۳۶، المستدرک ج ۲ ص ۳۹۳، حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا اور ذہبی نے اس کی موافقت کی)

حافظ جلال الدین سیوطی نے الخشوع کی تفسیر میں حسب ذیل احادیث اور آثار نقل کیے ہیں:



حکیم ترمذی اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نفاق کے خشوع سے اللہ کی پناہ طلب کرو، صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ نفاق کا خشوع کیسا ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا بدن میں خشوع ہوتا ہے اور دل میں نفاق ہوتا ہے۔ (نوادر الاصول ج ۲ ص ۱۷۲)

امام ابن المبارک، امام ابن ابی شیبہ اور امام احمد نے کتاب الزہد میں حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا نفاق کے خشوع سے اللہ کی پناہ طلب کرو، ان سے پوچھا نفاق کا خشوع کس طرح ہوتا ہے، انہوں نے کہا جسم خوف خدا سے کانپ رہا ہو اور دل میں خوف خدا نہ ہو۔ (کتاب الزہد لامام احمد بن حنبل ص ۱۸۲، مکتبہ دار الباز ۱۴۱۴ھ)

امام عبد الرزاق، امام عبد بن حمید، امام ابن جریر اور امام ابن ابی حاتم نے زہری سے روایت کیا ہے کہ نماز کو سکون سے پڑھنا خشوع ہے۔

(مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث: ۳۲۶۲، بیروت)

امام حکیم ترمذی نے حضرت ام رومان والدہ حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق نے مجھے نماز میں آگے پیچھے جھولتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے مجھے اس قدر سختی کے ساتھ ڈانٹا کہ قریب تھا کہ میری نماز ٹوٹ جاتی، پھر حضرت ابوبکر نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو تو اپنے تمام اعضاء کو ساکن رکھے اور نماز میں یہودیوں کی طرح آگے پیچھے ہلے نہیں کیونکہ تمام اعضاء کو ساکن رکھنا نماز کی تکمیل سے ہے۔ (نوادر الاصول ج ۲ ص ۱۷۱)

امام حکیم ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا وہ نماز میں اپنی داڑھی سے کھیل رہا تھا آپ نے فرمایا اگر اس کے دل میں خشوع ہوتا تو اس کے اعضاء میں بھی خشوع ہوتا۔ (نوادر الاصول، ج ۲ ص ۱۷۲)

امام ابن ابی شیبہ، امام بخاری، امام ابوداؤد اور امام نسائی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے نماز میں ادھر، ادھر التفات (مڑنے) کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا یہ شیطان کا اچکنا اور چھیننا ہے، بندہ کی نماز سے اتنا حصہ شیطان اچک لیتا ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۵۱، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۹۱۰، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۵۹۰، سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۱۹۵)

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے اپنے ایام مرض میں کہا میرے پاس رسول اللہ ﷺ کی رکھی ہوئی ایک امانت ہے وہ میں تم تک پہنچا رہا ہوں، آپ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص نماز میں التفات نہ کرے (ادھر ادھر مڑ کر نہ دیکھے) اگر ضرور ایسا کرنا ہو تو فرائض کے غیر میں کرے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۴۵۴۴)

امام عبدالرزاق اور امام ابن ابی شیبہ نے عطا کی سند سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب تم نماز پڑھ رہے ہوتے ہو تو تمہارا رب تمہارے سامنے ہوتا ہے اور تم اس سے مناجات کر رہے ہوتے ہو، پس تم ادھر ادھر التفات نہ کرو اور عطا نے کہا مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ رب فرماتا ہے اے ابن آدم! تو کس کی طرف التفات کر رہا ہے؟ میں تیرے لیے اس سے بہتر ہوں جس کی طرف تو التفات کر رہا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۴۵۳۸)

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ تم نماز میں ادھر ادھر التفات کرنے سے خود کو بچاؤ کیونکہ التفات کرنے والے کی نماز (کامل) نہیں ہوتی اور اگر تم کو ایسا کرنا ہی ہو تو نوافل میں کرو فرائض میں نہ کرو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۴۵۳۵)



امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، بے شک اللہ بندہ کی طرف اس وقت تک متوجہ رہتا ہے جب تک وہ اپنا وضو نہ توڑے یا جب تک ادھر ادھر التفات نہ کرے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۴۵۳۴)

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت عبداللہ بن منقذ سے روایت کیا ہے کہ جب بندہ نماز پڑھنے کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو اللہ اپنے بندہ کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور جب وہ ادھر ادھر التفات کرتا ہے تو اس سے اعراض کر لیتا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۴۵۴۰)

امام ابن ابی شیبہ، امام مسلم اور امام ابن ماجہ نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو لوگ نماز میں اپنی نظریں آسمان کی طرف اٹھاتے ہیں وہ اس سے باز آجائیں ورنہ ان کی نظریں واپس نہیں آئیں گی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۶۳۱۸)

امام ابن ابی شیبہ، امام بخاری، امام ابوداؤد، امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ان لوگوں کا کیا حال ہے جو اپنی نمازوں میں آسمان کی طرف نظریں اٹھاتے ہیں، پھر آپ نے اس میں بہت سختی کی اور فرمایا وہ لوگ اس سے باز آجائیں ورنہ ان کی آنکھیں چھین لی جائیں گی۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۵۰، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۰۴۴، سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۱۹۲، مسند احمد رقم الحدیث: ۱۲۰۸۸، عالم الکتب بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۶۳۱۶ بیروت)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو لوگ نماز میں آسمان کی طرف نظریں اٹھاتے ہیں وہ اس سے باز آجائیں ورنہ ان کی نظریں واپس نہیں آئیں گی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۶۳۱۵)

امام ابن ابی شیبہ اپنی سند کے ساتھ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں

انہوں نے کہا جب تم میں سے کوئی شخص نماز میں آسمان کی طرف نظر اٹھاتا ہے تو کیا وہ اس سے نہیں ڈرتا کہ اس کی نظر واپس نہ آئے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۶۳۷۱، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۶ھ)

امام ابن سعد، امام ابن ابی شیبہ اور امام احمد نے کتاب الزہد میں مجاہد سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن الزبیر نماز کے لیے کھڑے ہوتے تھے تو یوں لگتا تھا جیسے کوئی لکڑی کا ستون کھڑا ہوا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی اسی طرح نماز پڑھتے تھے، مجاہد نے کہا یہ نماز میں ان کا خشوع تھا۔ (الدر المنثور ج۶،ص ۸۷-۸۴، ملتقطا، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۴ھ)

## خشوع کے فوائد

۱) خشوع سے اللہ عزوجل کا ڈر اور خوف پیدا ہوتا ہے۔
۲) خشوع ایمان اور حسن اسلام کے مظاہر میں سے ایک مظہر ہے۔
۳) خشوع بندے کی نیکی اور استقامت کی دلیل ہے۔
۴) اللہ کی عبودیت کا اعلان اور اس کے ماسوا کو ترک کرنا ہے۔
۵) خشوع سے گناہ مٹ جاتے ہیں اور ثواب زیادہ ملتا ہے۔
۶) عذاب اور سزا سے نجات ملتی ہے۔
۷) جنت کی کامیابی ملتی ہے۔
۸) قیامت کے دن خشوع کرنے والوں کا مرتبہ بلند ہوگا۔
۹) خشوع انسان کی نظروں اور اس کے کندھوں کو جھکا کر رکھتا ہے۔
۱۰) خشوع دل کی سختی کو دور کرتا ہے۔
۱۱) نماز میں خشوع اخروی فلاح تک پہنچاتا ہے۔
۱۲) جس شخص کے دل میں خشوع ہو شیطان اس کے پاس نہیں پھٹکتا۔



## نماز میں خشوع کرنے والوں کی چند مثالیں

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غزوۂ ذات الرقاع میں گئے، مسلمانوں میں سے کسی شخص نے کسی مشرک کی بیوی کو قتل کر دیا، اس مشرک نے قسم کھائی وہ اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھے گا جب تک کہ سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سے کسی کا خون نہیں بہائے گا، وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیچھا کرتے ہوئے نکلا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک جگہ پر قیام کیا، آپ نے پوچھا رات کو کون شخص ہمارا پہرہ دے گا، ایک شخص مہاجرین میں سے اور ایک شخص انصار میں سے اٹھا اور انہوں نے رات کو پہرہ دینے کی ذمہ داری قبول کی، آپ نے فرمایا تم دونوں گھاٹی کے منہ پر پہرہ دینا جب وہ دونوں گھاٹی کے منہ پر پہنچے تو مہاجر لیٹ گیا اور انصاری کھڑا ہو کر نماز پڑھنے لگا، جو شخص صحابہ کا پیچھا کر رہا تھا وہ بھی پہنچ گیا۔ جب اس نے انصاری کو دیکھا تو وہ سمجھ گیا کہ یہ قوم کا پہرہ دار ہے اس نے اس انصاری کو تاک کر تیر مارا اور لگا تار تین تیر مارے وہ اسی طرح رکوع اور سجدہ کرتے رہے، پھر ان کا مہاجر ساتھی بیدار ہوگیا، جب اس مشرک نے دیکھا کہ یہ خبردار ہو گئے ہیں تو وہ بھاگ گیا۔ جب مہاجر نے انصاری کے جسم سے خون بہتے ہوئے دیکھا تو کہا جب تمہیں پہلا تیر لگا تو تم نے مجھے اٹھایا کیوں نہیں؟ اس نے کہا میں نماز میں جس سورت کی تلاوت کر رہا تھا اس کو منقطع کرنا نہیں چاہتا تھا۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۹۸، دار الفکر بیروت ۱۴۱۴ھ)

سبحان اللہ! یہ ہے نماز میں خشوع کا عالم جسم پر پیہم تیر لگ رہے ہیں خون بہہ رہا ہے اور صحابی رسول اسی طرح نماز پڑھ رہے ہیں۔

علامہ نجم الدین احمد بن محمد القمولی متوفی ۷۲۷ھ لکھتے ہیں:

عبادت میں مشغول ہونا جہان غرور سے جہان سرور کی طرف منتقل ہونا ہے اور مخلوق کو چھوڑ کر خالق کے دربار میں پہنچنا ہے اور اس سے لذت اور خوشی کا کمال پیدا ہوتا ہے اور

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے ایک سانپ چھت سے گر گیا لوگ ادھر ادھر بھاگ گئے اور امام ابوحنیفہ نماز میں مشغول تھے انہیں کچھ پتا نہیں چلا اور حضرت عروہ بن الزبیر کے کسی عضو میں زخم ہو گیا اس زخم کے زہر کو پھیلنے سے روکنے کے لیے اس عضو کو کاٹنا ضروری تھا، جب حضرت عروہ نے نماز پڑھنی شروع کی تو لوگوں نے اس عضو کو کاٹ دیا اور عروہ کو اس عضو کے کٹنے کا مطلقاً پتا نہیں چلا اور رسول اللہ ﷺ جب نماز پڑھتے تھے تو آپ کے سینہ سے ایسی آواز آتی تھی جیسے ہنڈیا کے ابلنے کی آواز آتی ہے اور جو شخص ان مثالوں کو مستبعد سمجھتا ہو اسے اس آیت کی تلاوت کرنی چاہیے:

فَلَمَّا رَاَيْنَهٗۤ اَكْبَرْنَهٗ وَقَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ (یوسف: ۳۱)

"جب مصر کی عورتوں نے یوسف علیہ السلام کو دیکھا تو ان کو بہت بڑا جانا اور (پھل کے بجائے) اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے۔"

جب مصر کی عورتوں کے دلوں پر حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن و جمال کا غلبہ ہوا اور یہ غلبہ اس حد کو پہنچا کہ انہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے اور ان کو پتا نہ چلا، تو جب بشر کے حق میں یہ بے خودی اور سرشاری ممکن ہے تو جس کے دل پر اللہ تعالیٰ کے حسن و جمال اور اس کی عظمتوں کا غلبہ ہو اس کا اس طرح بے خود، سرشار اور مستغرق ہونا تو بہ درجہ اولیٰ ممکن ہے۔

(تکملہ تفسیر کبیر ج ۱ ص ۲۱۴-۲۱۳، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۵ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

ابوبکر بن منیر بیان کرتے ہیں کہ ایک دن امام محمد بن اسماعیل بخاری نے نماز پڑھی، زنبور (تتیہ یا بھڑ) نے ان کی پیٹھ پر سترہ جگہ ڈنگ لگائے اور انہوں نے اپنی نماز منقطع نہیں کی، نماز پوری کرنے کے بعد انہوں نے شاگردوں سے کہا ذرا دیکھو تو یہ کیا چیز ہے جو نماز میں مجھے اذیت پہنچا رہی تھی انہوں نے دیکھا تو ان کی پیٹھ سترہ جگہ سے سوجی ہوئی تھی



اور انہوں نے نماز منقطع نہیں کی۔ محمد بن ابی حاتم وراق نے بھی اس واقعہ کو بیان کیا ہے انہوں نے اس واقعہ کے آخر میں کہا امام بخاری نے نماز نہ توڑنے کے متعلق بتایا میں جس آیت کی تلاوت کر رہا تھا، میں چاہتا تھا کہ میں اس آیت کو پورا کرلوں۔

(ہدی الساری ص ۶۶۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۲۱ھ)

ہم لوگ جو نماز میں چہرے پر مکھیوں کو اڑاتے رہتے ہیں جو جسم پر مکھی کو برداشت نہیں کرتے وہ امام بخاری کے اس خشوع کا کب اندازہ کر سکتے ہیں جن کی پیٹھ پر زنبور نے سترہ جگہ ڈنگ لگائے اور وہ اسی طرح نماز پڑھتے رہے!

علامہ محمد بن یحییٰ حلبی المتوفی ۹۶۳ھ لکھتے ہیں:

احمد بن صالح الجیلی بیان کرتے ہیں کہ میں سیدنا الشیخ عبدالقادر کے ساتھ مدرسہ نظامیہ میں تھا، آپ کے پاس فقراء اور فقہاء بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ ان کے سامنے قضاء اور قدر کے موضوع پر خطاب فرما رہے تھے اچانک ایک بہت بڑا سانپ چھت سے گرا تو آپ کی مجلس میں جتنے لوگ بیٹھے ہوئے تھے وہ سب بھاگ گئے اور سوائے حضرت شیخ کے اور کوئی بیٹھا نہ رہا وہ سانپ آپ کے کپڑوں کے نیچے داخل ہو گیا اور آپ کے جسم پر پھرتا رہا، پھر وہ آپ کی گردن میں لپٹ گیا اس کے باوجود آپ نے اپنا خطاب منقطع نہیں کیا اور نہ اپنی نشست میں کوئی تغیر تبدل کیا، وہ سانپ پھر زمین پر اترا اور آپ کے سامنے اپنی دم پر کھڑا ہو گیا اور بلند آواز سے کچھ کلام کیا جس کو ہم سمجھ نہیں سکے پھر وہ سانپ چلا گیا اور پھر لوگ آپ کے پاس حجرہ میں آ گئے اور آپ سے پوچھا کہ سانپ نے آپ سے کیا کہا تھا اور آپ نے اس کا کیا جواب دیا تھا؟ آپ نے فرمایا سانپ نے مجھ سے کہا میں نے بہت سے اولیاء اللہ کو آزمایا لیکن آپ سا استقامت والا اور عالی ہمت کسی کو نہیں پایا، میں نے اس سانپ سے کہا جس وقت تم چھت سے مجھ پر گرے تھے میں اس وقت قضاء قدر کے مسئلہ پر خطاب کر رہا تھا اور تم تو صرف

ایک سانپ ہو اور تم کو حرکت دینے والی اور ٹھہرانے والی چیز تو تقدیر ہے اور تقدیر سے کوئی شخص بھاگ نہیں سکتا تو میں نے یہ چاہا کہ میرا فعل میرے قول کے خلاف نہ ہو۔

اور سیدی عبدالرزاق ابن سیدنا الشیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے اپنے والد سے سنا انہوں نے فرمایا میں ایک رات جامع المنصوری میں نماز پڑھ رہا تھا میں نے کسی چیز کے چلنے کی آہٹ سنی پس اچانک ایک بہت زہریلا سانپ آیا وہ میرے سجدہ کی جگہ پر اپنا پھن کھول کر بیٹھ گیا جب میں نے سجدہ کا ارادہ کیا تو اس کو اپنے ہاتھ سے ہٹا دیا اور سجدہ کر لیا، جب میں تشہد میں بیٹھا تو وہ میرے زانو پر سے چلتا ہوا میری گردن تک پہنچا پھر گردن میں لپٹ گیا، جب میں نے سلام پھیرا تو وہ نظر نہیں آیا۔ دوسرے روز میں ظاہر الجامع کے کھنڈر میں گیا وہاں میں نے ایک شخص کو دیکھا اس کی آنکھیں طول میں پھٹی ہوئی تھیں (یعنی اس کی آنکھیں عرض میں نہیں طول میں تھیں) میں نے جان لیا کہ وہ جن ہے اس نے مجھ سے کہا میں ہی وہ زہریلا سانپ ہوں جس کو تم نے گزشتہ کل دیکھا تھا اور میں نے جس طرح آپ کو آزمایا ہے اس طرح میں نے بہت سے اولیاء اللہ کو آزمایا سو ان میں سے کوئی بھی آپ کی طرح ثابت قدم نہیں رہا بعض وہ تھے جن کا ظہر اور باطن دونوں مضطرب ہو گئے اور بعض وہ تھے جن کا ظہر ثابت قدم رہا اور ان کا باطن مضطرب رہا اور میں نے آپ کو دیکھا کہ میری وجہ سے نماز میں آپ کا ظاہر مضطرب ہوا نہ باطن پھر اس نے میرے ہاتھ پر توبہ کرنے کی درخواست کی اور میں نے اس کی توبہ کرائی۔

(قلائد الجواہر ص ۳۴، مطبوعہ شرکۃ مکتبہ ومطبعہ مصطفیٰ البابی الحلبی واولادہ بمصر، ۱۳۷۵ھ)[1]

مفسرین کرام کی وضاحت سے معلوم ہو گیا کہ "خشوع" نماز کا مغز و مقصود ہے۔ خشوع کے بغیر ادا کی ہوئی نماز ثمر بے رس ہے اور اس کا حصول واجب ہے جس کا ترک مکروہ

[1] تبیان القرآن ج ۷، ص ۸۴۴ تا ۸۵۳، مطبوعہ فرید بک سٹال، اردو بازار، لاہور



ہے۔ خشوع کے بقا اور ہمیشگی کا سبب، خشوع کے منافی کام کو چھوڑ دینا ہے۔ جس کا بیان مذکورہ آیت کے بعد والی آیت میں یوں ہو رہا ہے:

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۝۳ (المومنون: ۳)

"اور جو بے ہودہ چیز سے منہ پھیر لیتے ہیں۔"

اس آیۃ کریمہ کے تحت امام ابو منصور ماتریدی حنفی علیہ الرحمہ "تاویلات اہل السنۃ" میں رقمطراز ہیں:

اللغو كانه اسم كل باطل و اسم كل مايلغى و يعبابه اخبر انهم يعرضون عن كل باطل و عن كل مانهو عنه ويقبلون على كل طاعة وكل ما امروابه[1]

"لغو سے مراد ہر باطل اور ہر وہ شے ہے جسے لغو قرار دیا گیا ہو اور اس کی پرواہ نہ کی جائے۔ سو آیہ کریمہ میں مومنوں کے بارے میں خبر دی گئی ہے کہ وہ ہر باطل اور ہر اس چیز سے اعراض کرتے ہیں جس سے انہیں روکا جائے اور ہر اطاعت اور ہر اس کام کی طرف آتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جائے۔"

امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ "تفسیر کبیر" میں رقمطراز ہیں:

وفى اللغو اقوال (احدها) انه يدخل فيه كل مايكون حراما اومكروها او كان مباحا ولكن لايكون بالمرء اليه ضرورة وحاجة ...الخ

واعلم انه سبحانه و تعالى لما وصفهم بالخشوع فى الصلاة اتبعه الوصف بالاعراض عن اللغو ليجمع لهم الفعل والترك[2]

[1] تاویلات اہل السنۃ جلد نمبر ۳ ص ۳۹۳، مطبوعہ المکتبۃ الحقانیہ پشاور

[2] التفسیر الکبیر جلد نمبر ۶ ص ۱۸۵، مطبوعہ العامرۃ الشرفیۃ

""یعنی آیہ کریمہ میں لفظ "لغو" کو تفسیر میں کئی ایک اقوال ہیں ان میں سے پہلا قول ہے
کہ "لغو" میں ہر وہ کام داخل ہے جو حرام ہو یا مکروہ یا (ایسا) مباح، (جو غیر مناسب) ہو لیکن
انہیں ضرورت وحاجت درکار نہ ہو............الخ

اور یہ نکتہ بھی سمجھ لیا جائے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جب نماز میں خشوع کا بیان فرمایا تو اس
کے پیچھے "لغو" اشیاء سے اعراض اور روگردانی کے وصف کو ذکر فرمایا تاکہ نماز میں کرنے
والے امور اور چھوڑنے والے کاموں کا بیان ہو جائے۔ (جس سے خشوع برقرار رہ سکے)"۔

"تفسیر جلالین"، میں امام جلال الدین محلی علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں:

(وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ) من الكلام وغيره معرضون [1]

"مومنین لغو چیزوں سے منہ موڑنے والے ہیں یعنی وہ لغو شے کلام ہو یا اس کے علاوہ
کوئی اور چیز مومنین منہ موڑنے والے ہیں۔"

حضور غوث الثقلین اس آیہ کریمہ کے تحت رقمطراز ہیں:

"والذين هم عن اللغو" اور حق کی طرف توجہ کرنے سے مومنین کو غافل کرنے
والے امر سے "معرضون" پھرنے والے ہیں اور ان مومنین کا اعراض و انصراف ان
امور سے ہوتا ہے جن کو ان کے دل اور نفس قبیح سمجھتے ہیں۔" [2]

مفسرین کرام کی گفتگو سے معلوم ہو گیا کہ نماز میں خشوع دل اور جوارح دونوں سے ہوتا
ہے اور لغو شے سے اجتناب حصولِ خشوع کا سبب ہے اور لغو سے مراد ہر باطل کام ہے خواہ وہ
قول ہو یا فعل جس سے حق کی طرف سے توجہ ہٹ جائے وہ لغو ہے۔ نماز ایک خشوع کا محل
ہے اور موبائل فون کی بل کا ایک نمازی کی نماز میں مخل ہونا تو درکنار پوری مسجد کے نمازی

[1] تفسیر جلالین ص ۲۸۷، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی
[2] تفسیر الجیلانی جلد نمبر ۳ ص ۲۴۹، مطبوعہ مکتبہ معروفیہ کانسی روڈ کوئٹہ



اس پریشانی سے دوچار ہو کر حق کی طرف توجہ کرنے میں مجبور و پریشان ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا
مسجد میں دورانِ نماز موبائل فون کی بل ایک "لغو" امر ہے۔ نافرمانی اور گناہ تو ہر جگہ ہی برا
ہوتا ہے لیکن بارگاہِ اقدس میں اس کی شدت اور بڑھ جاتی ہے۔

المختصر! موبائل فون کا مسجد میں دورانِ نماز بجتے رہنا، آدابِ مسجد کے بھی خلاف ہے
اور نمازیوں کی نماز میں بھی خلل واقع کرتا ہے اور یہ دونوں چیزیں خشوع کے منافی اور
علامتِ ایمان کے برخلاف ہیں کیونکہ نمازیوں کی نماز میں خلل واقع کرنا اور مسجد کی بے حرمتی
یہ طریقہ کفار ہے، گستاخوں کا شیوہ ہے، اپنوں کا وطیرہ نہیں۔

چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان عالیشان ہے:

وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ اِلَّا مُكَآءً وَّتَصْدِيَةً ۭ (الانفال:۳۵)

"اور کعبہ کے پاس کافروں کی نماز سیٹی اور تالی بجانا ہی تھا۔"

اس آیہ کریمہ میں "اِلَّا" کے ذریعے استثناء اشارہ کرتا ہے کہ کفار کی اپنے عقیدہ کے
مطابق نماز ہی یہی تھی کہ بیت اللہ اور اللہ تعالیٰ کے گھر کے پاس سیٹیاں اور تالیاں ماری
جائیں اور یہی صورت نماز میں بجتے ہوئے موبائل فون اور الارم والی گھڑی کی ہوتی ہے کہ
نماز بھی ہوتی رہے اور توجہ الی الحق کے منافی عمل بھی ساتھ ساتھ پایا جاتا رہے۔ اس عمل مکروہ
کی مذمت بیان کرتے ہوئے حضور غوث الثقلین محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ
اس آیہ کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

(وَ) بعد مالم يصلحوا الولاية البيت (مَا كَانَ صَلَاتُهُمْ) ودعاؤهم
(عِنْدَ الْبَيْتِ) المعد للتوجه والتقرب نحو الحق على وجه الخضوع و
الانكسار و التذلل و الافتقار (اِلَّا مُكَآءً) صفيراً و صداء (وَّتَصْدِيَةً)
تصفيقاً وتبختراً مع انهم يدعون ولايته ورعاية حرمته وماذلك الا

من امارات الاستهانة والاستخفاف المستلزم للكفر [1]

"اور ولایت بیت کی اصلاح نہ کرنے کے بعد (ان کی نماز) یعنی ان کی پکار نہیں ہے (کعبہ کے پاس) جو خضوع و انکساری اور تذلل و محتاجی اختیار کرتے ہوئے حق کی طرف توجہ اور تقرب کے لیے تیار کیا گیا ہے۔ مگر سیٹی بجانا اور آوازیں کسنا، تالی بجانا، متفاخرانہ چال چلنا باوجود اس کے کہ وہ ولایت بیت کے دعویدار اور حرمت بیت کی رعایت کا اعلان کرنے والے ہیں حالانکہ یہ حرکات توہین و استخفاف کی علامات سے ہیں جو کفر کو مستلزم ہیں۔"

لٰہذا نماز کے منافی ہر عمل کو ختم کرنا چاہیے۔ مساجد میں الارم والے کلاک سے پرہیز کیا جائے اور موبائل فون کی مختلف ٹونز سے بھی بچا جائے۔ جب مسجد میں برے اشعار پڑھنا منع ہوں اور ہر ناجائز آواز کا بلند کرنا مکروہ تحریمی ہو [2] تو میوزک اور ٹونز کس طرح جائز ہو سکتی ہیں، انسان کی جس آواز کو شریعت نے ممنوع رکھا ہم نے اسے ادب مسجد اور نمازیوں کی خاطر مکروہ تحریمی قرار دیا تو جو غیر انسان کی آواز مخالف شرع ہو وہ مکروہ تحریمی کیوں نہ ہو گی؟ بلکہ شیخ الاسلام مولانا احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ "فتاویٰ رضویہ" میں رقمطراز ہیں:

"مگر ایسا جہر جس سے کسی کی نماز یا تلاوت یا نیند میں خلل آئے یا مریض کو ایذا پہنچے ناجائز ہے۔" [3]

"معلوم ہوا کہ اسلام میں ایساذ کر بھی منع ہے جس سے کسی دوسرے مسلمان کو مقامِ اعتبار میں ایذاء و تکلیف پہنچے چہ جائیکہ میوزک ہو جو خانہ خدا میں بج کر مسلمانوں کو پریشان کرے۔ لٰہذا ہمیں مسجد میں داخل ہونے سے پہلے ہی اپنے موبائل فون کی ٹون بند کر دینی چاہیے اگر

[1] تفسیر الجیلانی جلد نمبر ۲ ص ۱۰۴، مطبوعہ مکتبہ معروفیہ کانسی روڈ کوئٹہ

[2] (i) کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ جلد نمبر ۱ ص ۲۶۲، ۲۵۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان
(ii) فتاویٰ شامی، ج ۲، ص ۴۸۸ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ، پشاور

[3] فتاویٰ رضویہ جلد نمبر ۲۳ ص ۱۸۰، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور



بھول چوک ہو جائے تو جس وقت ضرر لازم ہو یعنی موبائل کی بل بجے اسی وقت موبائل فون بند کر دیں خواہ ہم نماز میں ہی کیوں نہ ہوں۔ اس سے عمل کثیر لازم نہیں آئے گا۔"

موبائل پر مقدس کلام لگانا تو ایک علیحدہ مسئلہ ہے۔ آج کے دور میں یہ بھی ہمارے لیے المیہ بن چکا ہے کہ ہم اپنی خواہشات اور نفس پرستی کی خاطر نیکیوں کو بروئے کار لاتے ہیں۔ شہرت پسندی کے متمنی حضرات کا سیلاب امنڈ آیا ہے کوئی سیاست کے ذریعے اس میدان کی طرف قدم بڑھا رہا ہے، کوئی پیری مریدی کے ذریعے اپنا سکہ منوانا چاہتا ہے اور کوئی "عاشق رسول" کا لیبل لگوانے کا خواہش مند ہے۔ اشتہارات اور بے وقعتی کاغذوں پر جناب کا نام نامی اسم گرامی بڑی شد و مد سے مکتوب ہونا چاہیے۔ یہ اشتہارات اور پمفلٹ دھڑا دھڑ چھپوا کر گندی اور بے ادبی کی جگہ لگا دیئے جاتے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کوڑا کرکٹ کے ڈھیروں اور گلی کوچوں میں یہ کاغذ بکھرے پڑے نظر آتے ہیں۔ بلکہ کئی مرتبہ بندہ نے گندی نالیوں سے اشتہارات نکالے جن پر "احمد" اور "محمد" اسم مبارک لکھا ہوا تھا (اللہ تعالیٰ معاف فرمائے)۔

ذرا ہوش کے ناخن لیں ہم "ڈن مارک" والوں سے توہین قرآن کا بدلہ کس منہ سے لیں گے پہلے ہم اپنے مسلمانوں کو اسلام کی روشنائی سے آشنا تو کر لیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ غیرت ایمانی خود بخود کفر سے انتقام پر ابھر آئے گی۔ اخباروں میں قرآنی آیات کے تراجم کی بے حرمتی کسی سے مخفی نہیں۔ سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کی بعض کتب پر قرآن مجید کی آیت کریمہ عربی میں لکھی ہوتی ہے۔ جسے اکثر سٹوڈنٹس بے وضو ہاتھ لگاتے ہیں بلکہ کبھی بے غسل پڑھتے اور چھوتے ہیں۔ حالانکہ بے وضو ہاتھ لگانا اور بے غسل پڑھنا و چھونا حرام ہے۔ ایسے اشتہارات اور کتب جن کی توہین و بے ادبی اغلب ہو ان کو چھاپنا درست نہیں۔

"فتاویٰ عالمگیری میں "وفی جمع النسفی مصلی اوبساط فیه اسماء الله تعالی یکره بسطه واستعماله فی شئی و کذا یکره اخراجه عن ملکه اذا

لم يأمن من استعمال الغير فالواجب ان يوضع في اعلى موضع لا يوضع فوقه شئي و كذا يكره كتابة الرقاع و إلصاقها بالأبواب لما فيه من الإهانة كذا في الكفاية.[۱]

"یعنی امام نسفی علیہ الرحمہ کے مکتوب میں ہے کہ جائے نماز یا ایسا بچھونا جس میں اللہ تعالیٰ کے اسماء مبارکہ ہوں اس کو بچھانا اور کسی قسم کے استعمال میں لانا مکروہ ہے اور اسی طرح جب اس کو خوف ہو کہ کسی کو دیا تو حفاظت نہیں رہے گی تو اپنی ملکیت سے نکالنا اس کے لیے مکروہ ہے اور اس پر واجب ہے کہ اس کو ایسی بلند جگہ پر رکھے جس سے اوپر کوئی شے نہ ہو اور اسی طرح رقعوں کو لکھنا اور دروازوں پر لگانا مکروہ تحریمی ہے کیونکہ اس میں مکتوب کی توہین ہے اسی طرح کفایہ میں ہے۔"

اور "ابریز" میں عارف باللہ علامہ عبد العزیز دباغ علیہ الرحمہ نے فرمایا "اگر گرے ہوئے مقدس اوراق کے سر کو فرشتے کھینچے والے نہ ہوتے تو ان اسماء کو روندنے اور بے ادبی کی وجہ سے لوگوں کا ایک کثیر حصہ ہلاک کر دیا جاتا۔"[۲]

مذکورہ عبارت میں کراہت تحریمی کا مدار توہین ہے خواہ وہ آویزاں کرنے میں ہو یا آویزاں کرنے کے بعد گرنے میں ہو۔ جب احتمالِ توہین پر کراہت تحریمی کا فتویٰ ہے تو یقینِ توہین پر حرمت کا حکم صادر کیوں نہ ہوگا۔ یہی حال موبائل فون کی ٹون پر نظر آتا ہے۔ رنگ ٹون اور سمارٹ ٹون پر قرآن مجید کی تلاوت، نعت اور اذان وغیرہ جیسی مقدس کلام کی آوازیں بے حرمتی پر عجیب اور بے ہودہ منظر دکھاتی ہیں۔ یہ نہیں سمجھتے کہ یہ کلام بذات خود

---

[۱] فتاویٰ عالمگیری جلد نمبر ۱ ص: ۱۲۱، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان
(ii) نہایۃ المراد فی شرح ہدیۃ ابن العماد، للنابلسی ص ۷۵۶، مطبوعہ دار ابن حزم بیروت لبنان
(iii) مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر، جلد نمبر ۱، ص ۱۹۱، مطبوعہ مکتبۃ المنار کانسی روڈ کوئٹہ
[۲] الابریز ص ۳۶۱، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان



مقصود ہے اور ہم اسے "اطلاع خبر" کا آلہ بنا رہے ہیں۔

**ثانیاً:** فون کے آنے جانے میں کلام مقدس کو درمیان سے کاٹ دینا اور اپنی بات شروع کر لینا۔

**ثالثاً:** موبائل کو بے وضو و غسل کلام مقدس کے پڑھتے وقت پکڑنا اور جسم کے ساتھ ملانا۔

**رابعاً:** جس مقام سے فون کرتے وقت یا فون آتے وقت کلام مقدس کی آواز آ رہی تھی کبھی اس مقام سے بے ہودہ اور گندی باتیں کرنا اور سننا۔

**خامساً:** تلاوتِ قرآن مجید کے آداب اور اسی طرح نعت و اذان کے آداب شریعت کے اندر ملحوظ ہیں۔ گاڑیوں، بازاروں اور گلی کوچوں میں سرعام بغیر قصد و ارادہ کے اس کی تلاوت کا چل پڑنا ادب نہیں توہین ہے۔ کبھی تو ایسے منظر کا نظارہ کرنے والوں کو حیا کی پلکیں جھکانی پڑتی ہیں۔ صاحب واش روم میں قضائے حاجت کے لیے گئے ادھر حاجت کی ادائیگی شروع ہوئی ادھر جیب میں موبائل فون پر قرآن کی تلاوت ہونا شروع ہوگئی۔ اس حالت میں فون کو ہاتھ سے پکڑ کر بند کرنا، کاٹ دینا یہ بھی درست نہیں۔

کبھی تو بے ادبی سوچنے پر مجبور کر دیتی ہے کہ یہ مسلمان ہیں یا کفار کے ایجنٹ جو قرآن مجید کی وقعت کم کر رہے ہیں۔ جینز کی پینٹ شرٹ پہنے ایک صاحب جا رہے ہیں پچھلی جیب میں موبائل فون ڈالا ہوا ہے۔ اچانک فون آیا اور "فبای الاء ربکما تکذبن" کی آواز پشت سے آنا شروع ہوگئی۔ فون نکالتے نکالتے کافی تلاوت پینٹ کے ایوان میں ہوگئی۔

**سادساً:** یہ یہودانہ سازش ہے کہ جس چیز کو عام کر دیا جائے اس کی قدر و قیمت کم ہو جائے گی۔ لہٰذا کلام مقدس کا بے جا اور بے اعتنائی سے بار بار پڑھا جانا کلام مقدس کی وقعت اور اہمیت کو کم کر دیتا ہے اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ "جس چیز سے محبت ہو جائے اس کا ذکر کثرت

سے کیا جاتا ہے۔" اس کا مطلب یہ ہر گز نہیں کہ ہر بے محل اور بے قدر مقام پر اس کا ذکر کثرت سے کیا جائے بلکہ ایسا ذکر جس سے ذکر کی قدر و قیمت ختم ہو جائے۔ بجائے ثواب کے عذاب ہے۔ یہ نہ تو کوئی نیکی ہے کہ بندہ موبائلز میں مقدس کلام رکھے اور اسے سنے اور نہ ہی یہ مسلمانی اور عشق کا تقاضا ہے۔ خواہ مخواہ ایک دکھلاوا ہے جس کا سوائے نقصان کے اور کوئی فائدہ نہیں۔

ہم پر "کتاب اللہ" دم درود اور محفلوں کی رعنائیوں کے لیے نہیں اتری، یہ تو اس کی برکت ہے جبکہ اس کا مقصد شعبہ ہائے زندگی کی تمام بنیادوں کو سنوار کر ہموار کرنا ہے۔ اصول زندگی کے طریقے کیا کیا ہیں؟ ہمارا حق اس کو سیکھنا ہے۔ نظام کائنات کا اپنے اندر واضح بیان لیے یہ واحد کتاب ہے جس کو ہماری قوم، انگریزوں کے قوانین سے اوپر نہیں لا سکی۔ ہم نے اس قرآن کا قانون نافذ کرنا ہے جس کی خاطر قربانی دینے والوں کا انبوہ کثیر ہمیں تاریخ کے اوراق میں خون کے آنسو رو رو کر غیرت کی گھٹیاں دے رہا ہے کہ اے بے حس اور لاپرواہ قوم! اٹھو، انگریزی عدالتی نظام کو اسلامی نظام میں تبدیل کر دو، نظام مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جاری کر دو، غازیوں اور شہیدوں کا خون تم میں اسلام کی خاطر محمد ابن قاسم اور غازی علم الدین شہید کی سی جولانیاں دیکھنا چاہتا ہے۔

اللھم ارزقنا شھادۃ فی سبیلك واجعل امواتنا فی بلد رسولك علیه التحیه والثناء (آمین)

یہ مخفی نہ رہے کہ نماز میں موبائل فون بند کرنے کا مسئلہ دراصل "عمل کثیر" کے سمجھنے پر موقوف ہے۔ یعنی جب تک "عمل کثیر" کی بحث سے ناواقف رہیں گے اس وقت تک ہم نماز میں موبائل فون بند کرنے کا مسئلہ اچھی طرح نہیں سمجھ سکتے۔



## "عمل کثیر" کی وضاحت

"عمل کثیر سے مراد اپنے ارادہ کے ساتھ کی جانے والی وہ حرکت حیوانی ہے جو کثرت سے پائی جائے۔"[1]

لیکن فقہاء کرام کے نزدیک عمل کثیر سے مراد نماز میں کثرت سے پائی جانے والی وہ حرکت ہے جو نہ تو نماز کے اعمال سے ہو اور نہ ہی اصلاح نماز کی خاطر ہو۔[2]

ائمہ اربعہ کے نزدیک بالاتفاق عمل کثیر سے نماز فاسد ہو جاتی ہے اگرچہ ایسا عمل سہواً ہی کیوں نہ صادر ہوا ہو۔[3]

البتہ عمل کثیر کی تعبیر میں علماء کرام کے اقوال مختلف ہیں۔ چنانچہ علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ "فتاویٰ شامی" میں اس بارے رقمطراز ہیں:

فیه اقوال خمسة اصحها مالایشك بسببه الناظر من بعید فی فاعله انه لیس فیها صححه فی البدائع و تابعه الزیلعی والولوالجی وفی المحیط انه الاحسن وقال الصدر الشهید انه الصواب وفی الخانیة والخلاصة انه اختیار العامة وقال فی المحیط وغیره رواه الثلجی[4] عن اصحابنا حلیة، "القول الثانی" ان مایعمل عادة بالیدین کثیر وان عمل بواحدة کالتعمم وشد السراویل و ما عمل بواحدة قلیل وان عمل بهما کحل السراویل ولبس القلنسوة و نزعها الا اذا تکرر ثلاثا متوالیة وضعفه فی البحر بانه قاصر عن افادة ما لایعمل بالید کالمضغ

[1] کشاف اصطلاحات الفنون، الجزء الثانی ص ۱۰۴۵، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور

[2] رد المحتار علی الدر المختار، جلد نمبر ا ص ۴۶۱، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ

[3] الفقہ الاسلامی وادلتہ، جلد نمبر ۲ ص ۱۰۳۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان

[4] التجنیس والمزید للمرغینانی ج ا ص ۵۰۱، مطبوعہ ادارۃ القران والعلوم الاسلامیہ کراچی

سے کیا جاتا ہے۔''اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ ہر بے محل اور بے قدر مقام پر اس کا ذکر کثرت سے کیا جائے بلکہ ایسا ذکر جس سے ذکر کی قدر و قیمت ختم ہو جائے بجائے ثواب کے عذاب ہے۔ یہ نہ تو کوئی نیکی ہے کہ بندہ موبائلز میں مقدس کلام رکھے اور اسے سنے اور نہ ہی یہ مسلمانی اور عشق کا تقاضا ہے۔ خواہ مخواہ ایک دکھلاوا ہے جس کا سوائے نقصان کے اور کوئی فائدہ نہیں۔

ہم پر ''کتاب اللہ'' دم درود اور محفلوں کی رعنائیوں کے لیے نہیں اتری، یہ تو اس کی برکت ہے جبکہ اس کا مقصد شعبہ ہائے زندگی کی تمام بنیادوں کو سنوار کر ہموار کرنا ہے۔ اصول زندگی کے طریقے کیا کیا ہیں؟ ہمارا حق اس کو سیکھنا ہے۔ نظام کائنات کا اپنے اندر واضح بیان لیے یہ واحد کتاب ہے جس کو ہماری قوم، انگریزوں کے قوانین سے اوپر نہیں لاسکی۔ ہم نے اس قرآن کا قانون نافذ کرنا ہے جس کی خاطر قربانی دینے والوں کا انبوہ کثیر ہمیں تاریخ کے اوراق میں خون کے آنسو رو رو کر غیرت کی گھٹیاں دے رہا ہے کہ اے بے حس اور لاپرواہ قوم! اٹھو، انگریزی عدالتی نظام کو اسلامی نظام میں تبدیل کر دو، نظام مصطفے علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جاری کر دو، غازیوں اور شہیدوں کا خون تم میں اسلام کی خاطر محمد ابن قاسم اور غازی علم الدین شہید کی سی جولانیاں دیکھنا چاہتا ہے۔

اللھم ارزقنا شھادۃ فی سبیلك واجعل امواتنا فی بلد رسولك علیه التحیه والثناء (آمین)

یہ مخفی نہ رہے کہ نماز میں موبائل فون بند کرنے کا مسئلہ دراصل ''عمل کثیر'' کے سمجھنے پر موقوف ہے۔ یعنی جب تک ''عمل کثیر'' کی بحث سے ناواقف رہیں گے اس وقت تک ہم نماز میں موبائل فون بند کرنے کا مسئلہ اچھی طرح نہیں سمجھ سکتے۔



## ''عمل کثیر'' کی وضاحت

''عمل کثیر سے مراد اپنے ارادہ کے ساتھ کی جانے والی وہ حرکت حیوانی ہے جو کثرت سے پائی جائے۔''[1]

لیکن فقہاء کرام کے نزدیک عمل کثیر سے مراد نماز میں کثرت سے پائی جانے والی وہ حرکت ہے جو نہ تو نماز کے اعمال سے ہو اور نہ ہی اصلاح نماز کی خاطر ہو۔[2]

ائمہ اربعہ کے نزدیک بالاتفاق عمل کثیر سے نماز فاسد ہو جاتی ہے اگرچہ ایسا عمل سہواً ہی کیوں نہ صادر ہوا ہو۔[3]

البتہ عمل کثیر کی تعبیر میں علماء کرام کے اقوال مختلف ہیں۔ چنانچہ علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمۃ ''فتاویٰ شامی'' میں اس بارے رقمطراز ہیں:

فیه اقوال خمسة اصحها مالایشك بسببه الناظر من بعید فی فاعله انه لیس فیها صححه فی البدائع و تابعه الزیلعی والولوالجی وفی المحیط انه الاحسن وقال الصدر الشهیدانه الصواب وفی الخانیة والخلاصة انه اختیار العامة وقال فی المحیط وغیره رواه الثلجی[4] عن اصحابنا حلیة. القول الثانی ان مایعمل عادة بالیدین کثیر وان عمل بواحدة کالتعمم وشد السراویل و ما عمل بواحدة قلیل وان عمل بهما کحل السراویل ولبس القلنسوة و نزعها الا اذا تکرر ثلاثا متوالیة وضعفه فی البحر بانه قاصر عن افادة ما لایعمل بالید کالمضغ

[1] کشاف اصطلاحات الفنون، الجزء الثانی ص ۱۰۴۵، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور

[2] ردالمحتار علی الدر المختار، جلد نمبر ۱ ص ۴۶۱، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ

[3] الفقہ الاسلامی وادلتہ، جلد نمبر ۲ ص ۱۰۳۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان

[4] التجنیس والمزید للمرغینانی ج ۱ ص ۵۰۱، مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی

والتقبيل۔ الثالث، الحركات الثلاث المتوالية كثير والا فقليل، الرابع: مايكون مقصوداً للفاعل بأن يفرد له مجلسا على حدة۔ قال فى التتار خانية وهذا القائل يستدل بامرأة صلت فلمسها زوجها اوقبلها بشهوة، اومص صبى ثديها وخرج اللبن تفسد صلاتها۔

الخامس: التفويض الى راى المصلى، فان استكثره فكثير، والا فقليل، قال القهستانى، وهو شامل للكل واقرب الى قول ابو حنيفة، فانه لم يقدر فى مثله بل يفوض الى راى المبتلى آه قال فى شرح المنية: ولكنه غير مضبوط، وتفويض مثله الى راى العوام مما لاينبغى، واكثر الفروع اوجميعها مفرع على الاولين والظاهر ان ثانيهما ليس خارجا عن الاول، لان مايقام باليدين عادة يغلب ظن الناظر انه ليس فى الصلاة، وكذا قول من اعتبر التكرار ثلاثاً متواليةً فانه يغلب الظن بذلك فلذلك اختاره جمهور المشائخ[1]

ترجمہ: عمل کثیر کے بارے پانچ اقوال ہیں، زیادہ صحیح وہ قول ہے جس عمل کو دور سے دیکھنے والا شک میں نہ پڑے کہ اس کام کے کرنے والا نماز میں نہیں ہے۔ اس قول کو ''بدائع الصنائع'' میں صحیح قرار دیا گیا اور ''امام زیلعی''، ''امام ولوالجی'' نے اس کی صحت کو تسلیم کرتے ہوئے قابل اتباع قرار دیا اور ''محیط'' میں اس قول کو احسن قرار دیا گیا ہے اور ''صدر الشہید'' نے فرمایا ''بیشک یہ درست ہے'' ''خانیہ'' اور ''خلاصہ'' میں عامۃ الفقہاء کا مختار یہی قرار دیا گیا ہے اور ''محیط'' میں اور اس کے علاوہ فقہاء نے اس قول کے بارے میں فرمایا ہے کہ اسے ''امام ثلجی'' نے ہمارے اصحاب سے روایت کیا ہے۔

[1] ردالمحتار علی الدرالمختار جلد نمبر ۲ ص ۴۶۵ مطبوعہ المکتبۃ الحقانیہ محلہ جنگی پشاور



**دوسرا قول:** وہ عمل جس کو عادۃً دو ہاتھوں سے کیا جائے تو وہ کثیر ہے اگر چہ ایک ہی ہاتھ سے کرلے، جیسے عمامہ باندھنا، شلوار وغیرہ باندھنا اور جو کام عادۃ ایک ہاتھ سے کیا جاتا ہے وہ قلیل ہے اگر چہ اسے دو ہاتھوں سے کرلے، جیسے شلوار کھولنا، ٹوپی پہننا اور اتارنا مگر جب اس کا تین مرتبہ مسلسل تکرار کرڈالے (تو کثیر ہوجائے گا) ''بحر الرائق'' میں اس قول کو ضعیف قرار دیا گیا ہے کیونکہ یہ قول اس عمل کے بارے حکم بتانے سے قاصر ہے جسے ہاتھ سے نہ کیا جائے جیسا کہ کسی شئے کو نماز میں چبانا اور بوسہ لینا۔

**تیسرا قول:** (ایک ہی رکن میں) مسلسل تین مرتبہ حرکت کرنا کثیر ہے اور اس سے کم قلیل ہے۔

**چوتھا قول:** جو کام فاعل کے لیے مقصود ہو اس طرح کہ اس کام کی وجہ سے علیحدہ مجلس کا حکم دیا جاسکے۔ تاتارخانیہ میں ہے اس قول کا قائل نماز پڑھنے والی عورت کے بارے یہ استدلال کرتا ہے کہ اگر اس عورت کو اس کے خاوند نے شہوت کے ساتھ چھوا، بوسہ لیا یا بچہ نے نماز میں اس کا دودھ چوس لیا اور اس سے دودھ بھی نکل آیا تو نماز فاسد ہوجائے گی۔''

**پانچواں قول:** ''نمازی کی رائے پر اس بات کو چھوڑ دیا جائے گا۔ اگر نمازی اس کو کثیر سمجھے تو کثیر ہے ورنہ قلیل ہے۔''

امام قہستانی فرماتے ہیں یہ قول تمام اقوال کو شامل ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے قول کے قریب تر ہے کیونکہ آپ ایسے معاملات کے اندر (جس میں شارع کی طرف سے کوئی مقدار معین نہ ہو) کوئی اندازہ مقرر نہیں فرماتے بلکہ معاملہ سے وابستہ شخص کی رائے پر معاملہ سپرد کردیتے ہیں، منیہ کی شرح میں کہا گیا کہ ''یہ قول مضبوط نہیں اور ایسے اجتہادی حکم کو عوام کی رائے پر سونپ دینا غیر مناسب امر ہے۔''

عمل کثیر کے بارے اکثر یا تمام فروع پہلے دو قولوں پر مبنی ہے اور یہ واضح امر ہے کہ دوسرا قول پہلے قول سے خارج نہیں اس لیے کہ جس کام کو عادۃً دو ہاتھوں سے کیا جاتا ہے

دیکھنے والے کے غالب گمان پر وہ بندہ نماز میں نہیں ہوتا اور اسی طرح جس نے (ایک رکن میں) مسلسل تین بار تکرار کا اعتبار کیا ہے تو اس نے اسی غالب گمان پر عمل کثیر کا حکم لگایا ہے۔ اسی وجہ سے جمہور مشائخ نے اسی قول کو ترجیح دی ہے۔ (یعنی جس میں ہے کہ نمازی کو کام کرتے دیکھ کر دیکھنے والا شک میں پڑ جائے کہ یہ نماز میں ہے یا نہیں، یہ کام "عمل کثیر" کہلائے گا۔)

چوتھا قول کچھ وضاحت طلب ہے کہ جو عورت نماز پڑھ رہی ہے خاوند اگر اس عورت کا بوسہ لیتا ہے تو عورت کی نماز کیوں ٹوٹتی ہے؟ اسی طرح بچہ نے نماز میں عورت کا دودھ چوس لیا تو عورت کی نماز فاسد کیوں ہوتی ہے؟ اس کا جواب دیتے ہوئے علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں:

وفی المحیط: إن خرج اللبن فسدت، لانه یکون إرضاعاً وإلا فلا ولم یقیده بعدد وصححه فی المعراج حلیه وبحر

یعنی "محیط برہانی میں ہے اگر (بچے کے دودھ چوسنے کی وجہ سے) دودھ نکل آیا تو نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ یہ دودھ پلانا ہے اور اگر دودھ نہ نکلا تو نماز فاسد نہ ہوگی اور (تین مرتبہ یا اس جیسے) عدد کے ساتھ مقید نہیں کیا۔ معراج میں اسے صحیح قرار دیا۔ (حلیہ و بحر الرائق)

لہٰذا محض بچے کا دودھ چوسنے سے نماز فاسد نہیں ہوگی جب تک دودھ نہ نکلے کیونکہ یہ دودھ پلانا ہے اور دودھ پلانے سے نماز فاسد ہو جائے گی۔ اب رہ گیا دوسرا مسئلہ تو اس کے بارے علامہ شامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

والمسألة ذکرها فی الخلاصة بقوله لو کانت المرأة فی الصلاة فجامعها زوجها تفسد صلاتها وإن لم ینزل منی و کذا لو قبلها بشهوة أو بغیر شهوة أو مسها لأنه فی معنی الجماع۔



یعنی خلاصۃ الفتاوی میں مسئلہ یوں مذکور ہے کہ اگر عورت نماز میں ہو اس کے خاوند نے اس کے ساتھ جماع کیا تو عورت کی نماز فاسد ہو جائے گی اگرچہ منی نہ نکلی اور اسی طرح اگر خاوند نے اپنی بیوی کا شہوت کے ساتھ بوسہ لیا یا بغیر شہوت کے بوسہ لیا یا اسے شہوت کے ساتھ چھوا تو نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ یہ عمل جماع کے معنی میں ہے۔ [1]

علامہ حسن ابن عمار شرنبلالی علیہما الرحمہ مراقی الفلاح میں یوں رقمطراز ہیں:

ولو قبّلها أولمسها فسدت صلاته لانه فی معنی الجماع والجماع عمل کثیر ولو کانت تصلی فاولج بین فخذیها وإن لم ینزل أوقبلها ولو بدون شهوة، أولمسها بشهوة فسدت صلاتها وإن قبلته ولم یشتهها لم تفسد صلاته

یعنی اگر مرد نے عورت کا بوسہ لیا یا عورت کو چھوا تو مرد کی نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ یہ عمل جماع کے معنی میں ہے اور جماع عمل کثیر ہے اور اگر عورت نماز پڑھ رہی تھی اس کی رانوں میں خاوند نے دخول کیا اگرچہ انزال نہ ہوا یا عورت کا بوسہ لیا اگرچہ بغیر شہوت کے ہو یا اس نے عورت کو شہوت کے ساتھ چھوا، عورت کی نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر (مرد نماز پڑھ رہا تھا) عورت نے اپنے خاوند کا بوسہ لیا اور مرد کو شہوت نہ آئی تو مرد کی نماز فاسد نہ ہوگی۔ [2]

یہاں تک ہمارے سامنے تین صورتیں آگئیں۔ (۱) مرد نماز میں ہو اور اپنی بیوی کا بوسہ لے یا شہوت کے ساتھ اسے چھولے، نماز فاسد ہوگئی۔ (۲) مرد نماز میں ہو اور اس کی بیوی اس کا بوسہ لے تو اگر مرد کو شہوت آئی تو نماز فاسد ہوگئی اور اگر شہوت نہ آئی تو نماز فاسد نہیں ہوگی۔ (۳) عورت نماز میں ہو اور خاوند عورت کا بوسہ لے یا شہوت کے ساتھ چھولے تو عورت کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

---

[1] فتاویٰ شامی، ج ۲ ص ۴۰۷، مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور

[2] مراقی الفلاح ج ۱ ص ۳۴۲ مطبوعہ مکتبہ غوثیہ کراچی

جن صورتوں میں نماز فاسد ہوتی ہے وہاں معنی جماع کی علت پائی جارہی ہے اور دوسری صورت میں مرد کو شہوت آنے پر حکم اس واسطے معلق کیا گیا ہے کہ عورتوں میں شہوت زیادہ ہوتی ہے چنانچہ سید احمد طحطاوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

فان قلت ما الفرق بین تقبیلها إیاه أولمسها وهو یصلی بغیر شهوة منه وبین تقبیله ایاها أولمسه وهی تصلی بغیر شهوة ایضا حیث تفسد صلاتها لاصلاته. قلت الفرق أن الشهوة فیهن أبلغ فتقبیله مستلزم لاشتهائها. وایضاً تقبیله مطلقا ومسه بشهوة فی معنی الجماع یعنی والجماع فعل الزوج ففعله الدواعی کفعله حقیقة الجماع ولوجامعها ولوبین الفخذ تفسد صلاتها فكذا هذا. بخلاف المرأة فإن الجماع لیس فعلها فلایکون اتیانها بالدواعی فی معنی الجماع مالم یشته الزوج أفاده الحلبی

یعنی اگر تو کہے کہ عورت کا اپنے خاوند کا بوسہ لینا یا خاوند کو چھونا جبکہ خاوند اس چھونے سے شہوت کے بغیر نماز ادا کر رہا ہو اس کے درمیان اور خاوند کا اپنی بیوی کا بوسہ لینا یا چھونا جبکہ عورت اس چھونے سے شہوت کے بغیر نماز ادا کر رہی ہو کے درمیان کیا فرق ہے کہ عورت کی نماز فاسد ہو جاتی ہے جبکہ مرد کی نماز فاسد نہیں ہوتی؟

میں اس کا جواب یہ دیتا ہوں کہ فرق ان دونوں میں یہ ہے کہ عورتوں میں شہوت مردوں کی نسبت زیادہ ہوتی ہے لہٰذا مرد کا بوسہ لینا عورت کی شہوت آنے کو مستلزم ہے نیز مرد کا مطلقاً بوسہ لینا اور شہوت کے ساتھ چھونا جماع کے معنی میں ہے یعنی جماع، خاوند کا فعل ہے تو جماع کے دواعی کا کرنا حقیقۃً جماع کرنے کی طرح ہے اور اگر مرد نے عورت کے ساتھ جماع کیا اگرچہ ران کے درمیان ہی عورت کی نماز فاسد ہو جاتی ہے تو اسی طرح یہاں بھی



(معنی جماع کی وجہ سے) نماز فاسد ہو جائے گی۔ بہ خلاف عورت کے کہ جماع کرنا عورت کا فعل نہیں ہے لہٰذا عورت کا دواعی جماع کو معنی جماع میں لانا نہ ہوا جب تک خاوند کو شہوت پیدا نہ ہو۔ امام حلبی علیہ الرحمہ نے منیۃ المصلی کی شرح میں اسی طرح فائدہ رقم فرمایا ہے۔

(حاشیۃ الطحطاوی ج۱ ص ۳۶۳ مطبوعہ مکتبہ غوثیہ کراچی)

آپ جب نظر اور اس پر فعل کرنے میں فرق سمجھ گئے تو یہاں ایک مسئلہ انتہائی قابل توجہ ہے۔ علامہ شامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

لونظر الی فرج المطلقه رجعیا بشهوة یصیر مراجعا ولاتفسد صلاته فی روایة هو المختار

یعنی اگر طلاق رجعی دی ہوئی عورت کی شرم گاہ کی طرف شہوت کے ساتھ نمازی نے دیکھا تو وہ رجوع کرنے والا ہو جائے گا اور نمازی کی نماز فاسد نہ ہوگی مختار روایت کے مطابق۔ [1]

اس کی وجہ اور مزید وضاحت بیان کرتے ہوئے علامہ حسن ابن عمار شرنبلالی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

ولاتبطل صلاته بنظره إلی فرج المطلقة أوالأجنبیة یعنی فرجها الداخل بشهوة فی المختار لانه عمل قلیل وان ثبت به الرجعة

یعنی نمازی اپنی نماز میں طلاق رجعی دی ہوئی عورت یا اجنبی عورت کی فرج داخل کی طرف شہوت کے ساتھ دیکھا تو مختار مذہب کے مطابق اس کی نماز باطل نہ ہو گی کیونکہ یہ عمل قلیل ہے اگرچہ اس کی وجہ سے (اس کا اپنی بیوی سے) رجوع ثابت ہو جائے۔ [2]

اس وضاحت سے یہ بات سامنے آگئی کہ نمازی کا نماز میں اجنبی عورت کی فرج داخل

---

[1] فتاوی شامی، ج ۲ ص ۴۷۱، مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور

[2] مراقی الفلاح ج ۱ ص ۳۶۲ مطبوعہ مکتبہ غوثیہ کراچی

کی طرف دیکھنے سے حرمت مصاہرت ثابت ہو جائے گی۔ [1]

اور طلاقِ رجعی دی ہوئی عورت کی فرج داخل کی طرف دیکھنے سے رجوع ثابت ہو جائے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ عمل قلیل ہے اور عمل قلیل ہو یا کثیر موثر ضرور ہوتا ہے۔ اور غیر حافظ کا قرآن مجید کو دیکھ کر پڑھنا عمل کثیر ہے، عمل قلیل مفسد صلاۃ نہیں اور عمل کثیر مفسد صلاۃ ہے۔ لہٰذا ان دونوں مسئلوں کو باہم مقابلہ میں سمجھنا درست نہیں۔

اور کیوں کہتے پھرنا کہ ”نمازی قرآن کو دیکھ کر پڑھے تو نماز فاسد ہو گی اور اگر عورت کی فرج داخل کی طرف دیکھ لے تو نماز فاسد نہیں ہو گی“، دانشمندی نہیں ان نادانوں کو کون سمجھائے کہ قرآن مجید کو نمازی دیکھ کر اپنے عمل میں لاتا ہے اور غیر حافظ کا قرآن مجید کو دیکھ کر پڑھنا عمل کثیر ہوتا ہے جبکہ عورت کی فرج داخل دیکھنا عمل قلیل ہے کثیر نہیں کیونکہ فرج داخل کو دیکھ کر نمازی اسے دوران نماز اپنے استعمال میں نہیں لاتا لہٰذا فرق پیش نظر رکھنا چاہیے۔

دیکھنا ایک فعل ہے اور اس کے بعد اس دیکھے ہوئے پر دوسرا ظاہری فعل کرنا عمل کثیر ہے اور اگر فقط دیکھنا ہے تو یہ عمل قلیل ہے اب یہ عمل قلیل ہے تو اس کا اپنا وجود اور اثر بھی ہو گا کہ وجود شہوت کے وقت رجوع ثابت ہو گا، یہ الگ بات ہے کہ ایسا عمل نماز میں نہیں کرنا چاہیے۔

نماز میں قرآن مجید تو پڑھا جاتا ہے جس کے لیے الفاظ قرآنیہ کا تصور ذہن میں لانا ضروری ہوتا ہے۔ اسی لیے تو حافظ قرآن اگر قرآن مجید دیکھ کر پڑھے تو نماز فاسد نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ اس دیکھنے سے اپنا حفظ اور یاد کیا ہوا قرآن متحضر کر لیتا ہے پھر ذہن میں حاضر شدہ کو زبان سے ادا کرتا ہے یہ نہیں کہ وہ قرآن مجید کو صرف دیکھ کر بغیر حفظ کو متحضر کیے پڑھ سکتا ہے۔ ایسا کیا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ کیونکہ نظر اور قراءت کو خارج کی مدد سے پڑھنا نماز کو فاسد کر دیتا ہے۔ اب تقابل کر کے اعتراض کرنے والوں سے ہم پوچھتے ہیں کہ

[1] حاشیہ الطحطاوی ج ا ص ۴۶۲، مطبوعہ مکتبہ غوثیہ کراچی



اپنے گھر کی خباثت کو چھپانے کے لیے ہم پر خواہ مخواہ کیچڑ اچھالتے ہو اس معاملہ میں اپنے گھر کی خبر لو۔ نماز کے اندر ایسی واہیاتی ہماری فقہ میں نہیں بلکہ تمہارے عقائد میں ہے۔ چنانچہ اعتراض کرنے والوں کے شیخ اکبر مولوی اسماعیل دہلوی اپنی بدنام زمانہ کتاب ”صراط مستقیم“ میں لکھتا ہے:

”زنا کے وسوسہ سے اپنی بی بی کی مجامعت کا خیال بہتر ہے اور شیخ یا اسی جیسے اور بزرگ کی طرف خواہ جناب مآب ہی ہوں۔ اپنی ہمت کو لگا دینا اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے برا ہے۔ (الی ان قال) اور غیر کی یہ تعظیم اور بزرگی جو نماز میں ملحوظ ہو وہ شرک کی طرف کھینچ کر لے جاتی ہے۔ [1]

کیوں نقاب کھینچا ہے تم نے اے ناز
گھر والوں کو تو یوں شرمندہ کیا نہیں کرتے

کیوں جناب یہ باہم مقابلہ کس کی عبارت میں ہے تمہیں تو نماز میں زنا کا وسوسہ آئے تو بیوی کے ساتھ مجامعت کا خیال بہتر سمجھتے ہو اور یہ مسئلہ تمہارے عقائد کا ہے جسے تم صراط مستقیم پر گامزن سمجھتے ہو۔ جبکہ ہماری فقہ میں عورت کی شرم گاہ پر نظر پڑی پھر شہوت آئی تو اس امر کا حکم بیان کر دیا کہ رجوع ثابت ہو گیا۔ [2]

اس امر کا بہتر اور اچھا ہونا کہیں نہیں دکھا سکو گے اور یہ ایک فقہ کا مسئلہ ہے چلو ہم تم سے ایسی ہی صورت میں دریافت کرتے ہیں تو تم اس کا کیا جواب دو گے؟ جبکہ رجعت کے لیے فقط شہوتِ شوہر کا اس طریقے سے ہونا کافی ہے۔ جس میں رجعت کا ثبوت ہو جائے جیسے غیر مقلد عالم وحید الزمان اپنی کتاب ”کنز الحقائق من فقہ خیر الخلائق“، میں لکھتا ہے:

[1] صراط مستقیم (فارسی) ص ۸۶، مکتبہ سلفیہ لاہور، (اردو) ص ۱۲۶ محمد سعید اینڈ سنز کراچی

[2] فتاویٰ خانیہ، ج ۳، ص ۴۰۸ کتاب الحظر والاباحۃ باب فیما یکرہ من النظر والمس ...... الخ مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ عید گاہ طوغی روڈ کوئٹہ

وبالفعل مع كراهة كالوطى ولوفى الدبر والتقبيل والمس

یعنی رجوع فعل کے ساتھ مع الکراھۃ صحیح ہوتا ہے جیسے (بات کیے بغیر) وطی کرنا اگرچہ دبر میں ہو اور بوسہ لینا اور چھونا۔"[1]

سو نظر بھی ایسے ہی افعال سے تعلق رکھتی ہے جس میں فرج داخل کو شہوت کے طریقے سے دیکھنے پر رجعت ثابت ہو جاتی ہے۔ اور قرآن مجید کو دوران نماز دیکھ کر پڑھنے سے نماز فاسد ہونے کے بارے یہی غیر مقلد عالم وحید الزمان اسی کتاب کے نماز کو فاسد کرنے والے امور کو شمار کرتے ہوئے لکھتا ہے:

والقرءة من مصحف ولوحمله باليد او اليدين أوقلب اوراقه و كذلك من جدار منقوش عليه و كذلك الفتح من المصحف

یعنی قرآن مجید سے پڑھنا نماز کو فاسد کر دیتا ہے اگرچہ قرآن مجید کو ایک ہاتھ سے اٹھایا یا دو ہاتھوں سے اٹھایا یا اس کے اوراق کو پلٹا اسی طرح دیوار سے لکھا ہوا قرآن مجید پڑھنا اور ایسے ہی قرآن مجید سے دیکھ کر لقمہ لینا نماز کو فاسد کر دیتا ہے۔[2]

اب امید کی جاتی ہے کہ اس حوالے سے پیدا ہونے والا اشکال ختم ہو گیا ہوگا اور ایسا اعتراض آئندہ فقہ پر نہیں کیا جائے گا۔ اور بندہ یہ بھی امید کرتا ہے کہ ایسی گستاخی سے لبریز عبارات جو اسماعیل دہلوی وغیرہ نے لکھیں ان سے کلیۃً نفرت بھی دلوں میں پیدا ہوگی اور یہی ایمان کی علامت ہے۔

علامہ ابن نجیم مصری حنفی علیہ الرحمہ "بحر الرائق" میں "عمل کثیر" پر گفتگو فرمانے کے بعد لکھتے ہیں:

---

[1] کنز الحقائق باب الرجعۃ ص ۲۷، مطبوعہ مطبع شوکت الاسلام الواقع فی بنگلور

[2] کنز الحقائق، باب ما یفسد الصلاۃ و ما یکرہ فیہا ص ۲۷، مطبوعہ مطبع شوکت الاسلام الواقع فی بنگلور



والحاصل ان فروعهم فى هذا الباب قدا ختلفت ولم تتفرع كلها على قول واحد بل بعضها على قول و بعضها على غيره كما يظهر للمتأمل[1]

ترجمہ: "نتیجہ گفتگو یہ ہے کہ "عمل کثیر" کے مسئلہ میں فقہاء کرام کی فروع مختلف ہیں کسی ایک قول پر بھی متفرع نہیں ہوتیں بلکہ بعض کسی ایک قول پر ہیں اور بعض اس کے علاوہ کسی اور قول پر ہیں جیسا کہ غور و فکر کرنے والے پر یہ ظاہر ہے۔"

اس کے تحت علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ "منحۃ الخالق علی بحر الرائق" میں رقمطراز ہیں:

اقول: يمكن ان يقال لما رأى مشائخ المذهب الفروع المذكورة فكل منهم عرف العمل الكثير بتعريف ينطبق على ماراٰه من الفروع وبضم التعاريف الى بعضها تنتظم الفروع جميعاً بان يقال: العمل الكثير هو مالا يشك الناظر إليه أنه ليس فى الصلاة أوما كان بحركات متوالية أو ماكان يعمل باليدين أوما يستكثره المبتلى به أومايكون مقصوداً للفاعل بأن أفردله مجلسا على حدة لكن يمكن ادخال سائر الفروع فى الأولين والاستغناء بهما عن الثلاثة الباقية فتامل فيما ذكرناه من التوفيق فان فيه احسان الظن بمشائخ المذهب فان هذه الفروع وان تكن كلها منقولة من الامام الاعظم لكن المشائخ خرجوا بعضها على المنقول لا بمجرد الرأى وما كان مخرجاً على المذهب من اهل التخريج فهو داخل فى المذهب هذا ماظهر لفكرى

---

[1] البحر الرائق جلد نمبر ۲، ص ۲۳، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ

القاصر والله سبحانه وتعالی اعلم، ثم رأيت العلامة الشيخ ابراهيم الحلبی فی شرحه علی المنية ذكر نحوما ذكرته حيث قال: واكثر الفروع اوجميعها مخرج علی احد الطريقين الاولين، والظاهر أن ثانيهما ليس خارجاً عن الاول لان مايقام باليدين عادة يغلب ظن الناظر أنه ليس فی الصلاة وكذا قول من اعتبر التكرار الی ثلاث متوالية فان التكرار يغلب الظن بذلك فلذا اختاره جمهور المشائخ [1]

ترجمہ: ”میں کہتا ہوں، یہ کہنا ممکن ہے کہ جب مشائخ مذہب نے مذکورہ فروع کو دیکھا توان میں سے ہرایک نے عمل کثیر کی ایسی تعریف کی جوتعریف ان کی دیدہ فروع پر منطبق ہو جائے اور بعض تعریفات بعض کے ساتھ مل کرتمام فروع کو شامل ہوگئیں۔ بہ ایں صورت کہا جاسکتا ہے کہ ”عمل کثیر وہ ہے جس کی طرف دیکھنے والے کو شک نہ ہوکہ یہ نماز میں نہیں ہے یاوہ مسلسل (ایک رکن میں) تین مرتبہ حرکت کرتا ہویااس کام کو دو ہاتھوں سے کیا جائے یا مبتلی بہ یعنی نمازی کی رائے پر چھوڑ دیا جائے کہ وہ اس کوکثیر سمجھ لے یاوہ کام فاعل کے لیے مقصود ہوکہ اس کام کی وجہ سے اس کے لیے علیحدہ مجلس کا حکم لگایا جائے۔“لیکن ممکن ہے کہ تمام عمل کثیر کے بارے فروع کو پہلی دوصورتوں میں داخل کر دیا جائے اور (پانچ میں سے) آخری تین تعریفوں سے استغناء ہوجائے۔“

”جوموافقت اور تطبیق عمل کثیر کی تعریفوں میں ہم نے ذکر کی اس میں خوب غوروفکر کرلے کیونکہ اس تطبیق اور گفتگو میں مشائخ مذہب کے بارے حسن ظن پیدا ہوتا ہے۔ سو یہ فروع اگرچہ امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ سے اس بارے منقول نہیں ہے لیکن مشائخ نے ان میں سے بعض فروع کو منقول پر تخریج فرمایا ہے۔ محض رائے سے نہیں کیا اور جوتخریج والوں سے مذہب پر تخریج کیا گیا ہو وہ مذہب میں داخل ہوتا ہے۔ یہ وہ نکتہ ہے جو میری فکر قاصر

[1] منحۃ الخالق علی البحر الرائق جلد نمبر ۲، ص ۲۲۳، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ



میں آیا اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ زیادہ جاننے والا ہے۔ اس تحقیق کے بعد میں نے پھر شیخ ابراہیم حلبی علیہ الرحمہ کی گفتگو کو دیکھا جو منیہ کی شرح میں انہوں نے فرمائی، آپ کی بات میری بات کے کافی قریب تھی۔ آپ نے اس طرح تحقیق فرمائی کہ ”اکثر فروع یا تمام فروع پہلے دو طریقوں میں سے کسی ایک پر تخریج ہوتی ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ دوسرا طریقہ پہلے طریقے سے باہر نہیں اس لیے کہ جس کو عادۃً دو ہاتھوں سے کیا جاتا ہے دیکھنے والے کے گمان پر غالب یہ ہوگا کہ یہ کام کرنے والا نماز میں نہیں ہے اور اسی طرح اس شخص کا قول جس نے تکرار کا مسلسل تین حرکتوں میں اعتبار کیا کیونکہ تکرار کا عمل بندہ کے گمان کو عمل کثیر کا حکم لگانے میں غالب کر دے گا۔ اسی وجہ سے جمہور مشائخ نے اسی قول کو ترجیح دی ہے (یعنی جس میں دیکھنے والے کو شک ہوجائے)۔“

گذشتہ گفتگو کے مطابق ”عمل کثیر“ کو پہچاننے کا مسئلہ اس نوبت تک آپہنچا کہ اقوال خمسہ میں سے پہلا قول یعنی ”نمازی کو دیکھنے والا شک میں نہ پڑے کے یہ عمل کرنے والا شخص نماز میں ہے یا نماز سے باہر ہے“ کو اصل قرار دیا گیا۔ لہٰذا ہم پر لازم ہے کہ اس قولِ جامع کی وضاحت کریں تاکہ اس کا دائرہ وسعت دیکھیں جس سے عمل کثیر کے حکم کو سمجھنے میں کافی آسانی ہوگی۔

اس قول کو سمجھنے کے لیے چند امور اجاننا ضروری ہے۔

۱) ”نمازی کو دیکھنے والا صرف شک میں نہ رہے کہ نمازی نماز میں ہے یا نہیں بلکہ ایک جانب غالب ہوجائے کہ نمازی نماز میں نہیں ہے۔“ [1]

۲) ”دیکھنے والا ایسا شخص ہو جس کو نمازی کے نماز میں شروع ہونے کا علم نہ ہو۔ [2] کیونکہ اگر اسے علم ہوا تو اس کو اس بارے فیصلہ کرنا دشوار ہوجائے گا۔“

۳) ”دیکھنے والا مسلمان ایسا ہو جو شرعی امور سے کچھ واقفیت رکھتا ہو۔“

[1] زاد الفقیر ص ۴۵ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ کانسی روڈ کوئٹہ

[2] حاشیہ الطحطاوی علی الدر المختار جلد نمبر ۱، ص ۲۶۵، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ

یہاں پر ہم نے تیسری قید اس لیے بیان کی ہے تاکہ کسی نمازی کے عمل کو دیکھ کر اگر کوئی شک میں پڑتا ہے تو یہ معاملہ واضح ہو کر سامنے آجائے کہ اس بندہ کا شک معتبر بھی ہے یا نہیں۔ خواہ مخواہ ہر ایک شخص کے شک وشبہ کو معتبر ماننا اور مقام اعتبار میں ہر کس و ناکس کے قول کو تسلیم کرنا اصول شرع کے مخالف معاملہ ہے اس کی ایک فقہی مثال سمجھیے۔

صاحب ھدایہ رحمۃ اللہ علیہ جاری کنواں کے بارے گفتگو کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ ''اگر جاری کنواں میں جانور مر کر پھول پھٹ جائے تو ''جامع الصغیر'' کی روایت کے مطاق اس کنواں سے اتنا پانی نکالا جائے گا جس سے لوگوں کو پانی نکالتے ہوئے تھکاوٹ اور غلبہ واقع ہو جائے۔ لیکن امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے غلبہ کے بارے کسی شئے سے اندازہ مقرر نہیں فرمایا جیسا کہ آپ کی عادت اور انداز ہے اور ایک روایت میں کہا گیا ہے کہ پانی نکالنے میں ایسے دو مردوں کے قول کو مانا جائے گا جن کی پانی کے معاملہ پر خوب نظر ہو (یعنی اگر پانی کے معاملہ میں بصارت رکھنے والے کہہ دیں کہ اتنی مقدار کنواں سے پانی نکال دیا جائے تو کثیر پانی کے نکالنے کا حکم لگے گا اور اتنی مقدار سے کم پر قلیل کا حکم وارد ہوگا تو ان کی بات مان لی جائے گی) اور یہ قول فقہ کے زیادہ قریب ہے۔ [1]

اس دوسری راجح روایت سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ مقام رائے میں پہلے اعتبار اندازوں اور مقداروں کا ہوتا ہے پھر اس بندے کی رائے پر معاملہ سونپ دیا جاتا ہے جو اس کام میں مبتلا ہو۔

چنانچہ اسی بات کو بیان کرتے ہوئے علامہ بدرالدین عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ ''البنایہ فی شرح الھدایہ'' میں رقمطراز ہیں:

المقادير بالرأي انما تمنع في الذي يثبت لحق الله تعالى دون

[1] الھدایہ، جلد نمبر ۱، ص ۴۷، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ



المقادير التي تتر ددبين القليل و الكثير فان المقادير في الحدود و العبادات لا مدخل للرأي فيها أصلاً و كذا ما يكون بتلك الصفة وأما الذي يكون من باب الفرق بين القليل و الكثير فيما يحتاج اليه فللرأي فيه مدخل [1]

یعنی ''رائے اور قیاس کے ساتھ وہ مقداریں اور اندازے مقرر کرنا منع ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حق کو ثابت کرنے کے لیے ہوں، وہ اندازے مقرر کرنا منع نہیں جو قلیل و کثیر کے درمیان شک اور تردد میں واقع ہوں، سو حدود اور عبادات میں (طے شدہ اندازے ہونے کی وجہ سے) رائے کو بالکل دخل نہیں ہوتا اور یہ حکم اس حق کے لیے بھی ہوگا جو یہی (یعنی حدود و عبادات والا) وصف رکھتا ہو اور رہ گئے قلیل و کثیر کے درمیان فرق کے اعتبار سے وہ اندازے جن کی طرف محتاجی ہوتی ہے تو رائے کو اس میں ضرور دخل ہے۔''

پھر کچھ آگے چل کر اسی بات کی مزید وضاحت کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

انما يقدر ماتردد بين القليل و الكثير بالرأي الذي لم يمكن معرفته بالرجوع الى أحوال الناس بالإستقلال و الإستكثار أما اذا امكن فلا [2]

''جو مقدار قلیل و کثیر کے درمیان متردد ہو تو اس کا رائے کے ساتھ اندازہ لگایا جائے گا جب تک اس کی پہچان مستقل اور کثرت کے ساتھ لوگوں کے احوال کی طرف رجوع کرنے کے ساتھ ممکن نہ ہو البتہ جب ممکن ہو تو رائے کے ساتھ حکم نہیں لگایا جائے گا۔''

یہاں تک یہ معلوم ہوگیا کہ جہاں قلیل و کثیر کی مقدار میں تردد اور شک ہو تو وہاں رائے

[1] البنایہ فی شرح الھدایہ، جلد نمبر ۱، ص ۳۴۵، مطبوعہ مکتبہ حقانیہ ملتان

[2] البنایہ فی شرح الھدایہ، جلد نمبر ۱، ص ۳۵۳، مطبوعہ مکتبہ حقانیہ ملتان

کے ساتھ اندازہ لگایا جائے گا، لیکن ہر رائے معتبر نہیں، جیسا کہ کنواں پلید ہونے کے مسئلہ میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے دو سو سے تین سو تک ڈول نکالنے کی مقدار بیان فرمائی تو یہ بات رائے سے ہے لیکن اس رائے کی حیثیت کو بیان کرتے ہوئے علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں فهذا رأى ولكنه عن دليل [1] یعنی "یہ اندازہ رائے سے ضرور ہے لیکن دلیل سے ثابت ہے۔"

لہٰذا ہر رائے معتبر نہیں وہ رائے معتبر ہے جو دلیل سے ثابت ہو اور یہ ظاہری بات ہے کہ رائے کو دلیل سے ثابت ہر کس و ناکس تو نہیں کرسکتا یقیناً صاحب فراست وفقاہت ہی اس کو دلیل سے مزین کرسکتے ہیں اور وہ اس مسئلہ میں ہمارے فقہاء کرام حفظہم اللہ ہیں اور یہ بھی مخفی نہ رہے کہ نماز کے اندر عمل کثیر وقلیل کی مقدار ایسی نہیں ہے کہ جس کو استقلال اور کثرت کے ساتھ لوگوں کے احوال کی طرف رجوع کرنے کے ساتھ پہچانی جاسکتی ہو اور عام لوگوں کی رائے پر اس کی قلیل وکثیر کا اندازہ رکھ دیا جائے کیونکہ فقہاء کرام کا اس مسئلہ میں قلیل و کثیر کی تعریفات بیان کرنا اور اس کی جزئیات سے اس کی پہچان کا احاطہ کرنا یہی بتاتا ہے کہ یہ مسئلہ احوالِ ناس کی طرف رجوع کرنے والا نہیں ہے اور رہ گیا فقہاء کرام کا یہ قول جس کو دیکھنے والا شک میں پڑ جائے وہ عمل کثیر ہے تو اس میں بھی اسی بات کا لحاظ ہے کہ شک میں پڑنے والا مسائل شرعیہ سے کچھ واقفیت رکھتا ہو جیسا کہ اس کی موافقت دیگر اقوالِ فقہاء بھی کرتے ہیں اور اگر ہر کسی کا شک معتبر ہوتا تو گذشتہ بحث میں امام شامی رحمۃ اللہ علیہ کو عمل کثیر کے اس قول جس میں ہے کہ "عمل کثیر نمازی کی رائے پر چھوڑ دیا جائے گا اگر نمازی اس کو کثیر سمجھے تو کثیر ہے ورنہ قلیل ہے" کے تحت علامہ ابراہیم حلبی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل نہ کرنا پڑتا جس میں آپ نے ارشاد فرمایا: "یہ قول مضبوط نہیں اور ایسے اجتہادی حکم کو عوام کی رائے پر

[1] البنایہ فی شرح الھدایہ، جلد نمبر ۱ص ۳۴۵، مطبوعہ مکتبہ حقانیہ ملتان



سونپ دینا غیر مناسب امر ہے۔" [1]

یہ قول تو نمازی کے بارے وارد ہے شک میں پڑنے والا تو نماز سے خارج ہوتا ہے تو جب نمازی کی اپنی رائے عمل کثیر کے بارے معتبر نہیں تو خارج والے کی ذاتی رائے تو بطریق اولیٰ معتبر نہ ہوگی۔ یہ بات ہم میں سے کسی پر مخفی نہیں کہ شرعی امور کو جتنا فقہاء کرام جانتے ہیں اتنا ایک عام بندہ نہیں جان سکتا گذشتہ کنواں کے مسئلہ میں "ھدایہ شریف" کی عبادت "وهذا أشبه بالفقه" کے تحت امام محمد ابن محمود ابن احمد حنفی رحمۃ اللہ علیہ "العنایہ" میں رقمطراز ہیں:

أى بالمعنى المستنبط من الكتاب والسنة لان الأخذ بقول الغير هو المرجع فيما لم يشتهر من الشرع فيه تقدير، قال الله تعالى: (فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لاتعلمون)، كما فى جزاء الصيد حيث قال (يحكم به ذوا عدل منكم) والشهادة حيث قال (واشهدوا ذوى عدل منكم) و شرط البصارة لهما فى امر الماء لان الاحكام انما تستفاد ممن له علم بها ليدخلا تحت اهل الذكر [2]

یعنی اندازہ اور مقدار میں مہارت رکھنے والوں کی رائے کا معتبر ہونا یہ فقہ کے زیادہ مشابہ ہے یعنی یہ کتاب وسنت سے حاصل شدہ معنی ہے کیونکہ جس مسئلہ میں شریعت کی طرف سے اندازہ اور مقدار مشہور نہ ہو تو اس میں اپنے غیر (یعنی صاحب علم وشعور) کے قول کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ چنانچہ فرمانِ عالیشان ہے "اگر تم نہیں جانتے تو (مہارت رکھنے والے) علماء سے پوچھو۔" اور اسی طرح حرم کے شکار کی سزا میں (شکار کیے ہوئے جانور کی

[1] منحۃ الخالق علی البحر الرائق، جلد نمبر ۲،ص ۲۳، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ

[2] العنایہ فی شرح الھدایہ، جلد نمبر ۱ص ۱۱۰، مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور

قیمت لگانے کے بارے) فرمان خداوندی ہے "اس کا فیصلہ تم میں سے دو عدل والے کریں۔" اور گواہی کے بارے ارشاد فرمایا "اور تم میں سے دو عدل والے گواہی دیں۔" رہا پانی کے معاملہ میں دو مردوں کے لیے بصارت کی شرط رکھنا تو وہ اس لیے ہے کہ احکام کا فائدہ اس شخص سے حاصل ہوتا ہے جو اس معاملہ میں علم و مہارت رکھتا ہو تا کہ فیصلہ کرنے والے یہ دونوں مرد اللہ تعالیٰ کے فرمان "أهل الذكر" کے تحت داخل ہو جائیں۔"

صاحب عنایہ کی گفتگو سے بھی یہ معلوم ہو گیا کہ جب کوئی معاملہ اندازہ اور مقدار کی حد تک پہنچ جائے تو اس میں اندازہ ہر کسی کا معتبر نہیں مانیں گے بلکہ قرآنی آیات کی نصوص کے مطابق صاحب علم و شعور کا اندازہ اور حکم معتبر ہوگا۔ ویسے بھی ہر ذی عقل سمجھتا ہے کہ عقلوں میں اختلاف ایک بدیہی امر ہے کوئی صاحب اپنے ساتھی کو ٹیڑا کھڑا ہونے پر، سر کھجلانے پر، نماز میں ٹوپی ایک ہاتھ سے سر کے اوپر رکھنے پر، لٹکتی چادر کو سیدھا کرنے پر یا اس جیسے دیگر امور پر جھٹ پٹ کہہ ڈالتا ہے کہ "ایسے نماز نہیں ہوتی۔" اور کبھی انتہاء کی بے دھیانی پر بھی ایک دوسرے کو نماز میں سمجھتے ہیں۔ مثلاً نماز میں موبائل فون نکال کر کان سے لگا کر کہتے ہیں "أنا في الصلوة" میں نماز میں ہوں۔

تو کیا ایسے میں شریعت کے اس فیصلہ کی لگام عوام کے ہاتھ پکڑا دی جائے گی؟ اور علماء کرام کی ذمہ داریوں پر غیر کو مسلط کر دیا جائے گا۔ جبکہ ایسے معاملوں کی باگ ڈور تو شریعت کے پاسبانوں کے ہاتھ ہونی چاہیے۔ اسی واسطے ہم نے عرض کی کہ دیکھنے والا احکام شرع سے کچھ واقفیت رکھتا ہو اور نماز کو توڑنے والے اعمال پر آگاہی ہو پھر جا کر ہم کہیں گے کہ ایسے شخص کا شک میں پڑنا معتبر ہے، اس قید کا اضافہ اس واسطے بھی ضروری ہے کہ جس چیز کی ادائیگی فرض عین ہو تو اس کے فرائض اور مفسدات کا جاننا بھی فرض ہوتا ہے تو جو شخص عمل کثیر کے بارے فقہاء کرام کے اقوال سے بے خبر ہو اور ان کی اس مسئلہ میں تمام



احادیث پر نظر کو پس پشت ڈالتا ہو تو ایسے شخص کا شک ہم کیسے معتبر مان لیں۔ سوگذشتہ گفتگو کے مطابق ہمیں بقیہ فقہاء کرام کے اقوال بھی اس واسطے تسلیم کرنا ہوں گے کہ وہ اس فن کے ماہر اور علم و شعور رکھنے والے ہیں۔ لیکن ہم اس پر عمل فقہاء کرام کی ترجیحات کے مطابق کریں گے۔ یعنی ہم اس قول (نمازی کو دیکھنے والا شک میں پڑ جائے کہ یہ نماز میں ہے یا نہیں) کو بقیہ تمام اقوال کے لیے اصل مان کر اس قول جامع کو بقیہ اقوال کا مظہر سمجھ لیں گے اور یوں کہیں گے۔

۱۔ اگر نماز میں کوئی عمل دو ہاتھ ہلا کر کرے تو اس سے دیکھنے والا نمازی شک میں پڑ جائے گا کہ یہ نماز میں ہے یا نہیں۔

۲۔ اگر ایک رکن میں مسلسل تین بار حرکت کی تو اس سے دیکھنے والا نمازی شک میں پڑ جائے گا کہ یہ نماز میں ہے یا نہیں۔

۳۔ اگر اس عمل کرنے والے کے لیے وہ کام کرنا مقصود ہو اور اس کے لیے علیحدہ مجلس کا حکم لگایا جائے تو ایسے عمل کو نماز میں کرنے والے کو دیکھنے والا شک میں پڑ جاتا ہے کہ یہ نماز میں ہے یا نہیں۔

۴۔ اگر نمازی کو خود محسوس ہو جائے کہ جو عمل اس نے نماز میں کیا ہے اس سے وہ نماز میں نہیں رہا تو ایسے عمل کو باہر سے دیکھنے والا بھی شک میں پڑ جاتا ہے کہ یہ نماز میں ہے یا نہیں۔

سو ان اعمال کے پائے جانے کے باوجود اگر معاملہ شک تک نہیں پہنچا تو اصل کے مفقود ہونے کی وجہ سے فرع و مظہر کو مفقود کرتے ہوئے کہیں گے کہ "عمل کثیر" نہیں پایا گیا۔

عمل کثیر کے بارے پانچ مختلف اقوال تھے ہر کسی قول پر کسی نہ کسی فقیہ کی ترجیحی حجت موجود تھی، سو مناسب یہی تھا کہ ہر ایک پر عمل اس طرح ممکن ہو جائے کہ کسی دوسرے مفتی بہ

قول کو چھوڑنا نہ پڑے۔ بحمداللہ تعالیٰ ان تمام اقوال میں یہ ایک ایسی عمدہ تطبیق سامنے آئی ہے جس سے نہ تو کسی قول کو ضعیف ماننا پڑا اور نہ ہی یہ اعتراض آپڑا کہ اگر ”تنہا بندہ“ ”عمل کثیر“ کرے جسے کوئی دیکھنے والا نہ ہو تو کیا اس کی نماز ٹوٹ جائے گی؟“ کیونکہ ہم نے نمازی کو دیکھ کر شک میں پڑنے کا انحصار کسی عام شخص کی فہم پر نہیں رکھا بلکہ فقہاء کرام کی فہم فہیم پر اعتماد کرکے انہی کے اقوال میں منحصر مانا ہے خواہ بندہ اب اکیلا ہو یا مجمع میں ”عمل کثیر“ کی پہچان کے مختلف طریقے، مختلف مقامات کے لحاظ سے اس کے سامنے آگئے ہیں جن کو فقہاء کرام نے عرف وعوام کا لحاظ رکھ کر مختلف طریقوں سے عمل کثیر تک پہنچنے والے اعمال کو متون معتبرہ میں بیان فرمادیا ہے۔

”واللہ اعلم بالصواب“

هذا ماتيسر لى والحمدلله على ذلك

# فقہی نظائر اور نماز میں موبائل فون بند کرنا

یہاں تک ہمارے سامنے یہ بات آگئی کہ فقہاء کرام کے اقوال مختلفہ در حقیقت ”عمل کثیر“ کی مختلف طریقوں سے وضاحت ہے۔ ان اقوال کے پیش نظر، نماز میں جب موبائل فون کی ٹون بجے تو اسے بات کیے بغیر بند کر دیا جائے، بند کرتے وقت اگر موبائل فون کے بٹنوں کو دیکھنے کی ضرورت درکار ہو تو اتنا دیکھ سکتا ہے جس سے فون بند کرنے میں مدد مل جائے خواہ مخواہ نمبر دیکھنا شروع کردے پھر سوچنا شروع کردے کہ کاٹنے والا ہے یا نہیں تو یہ جائز نہیں۔ اس سے عمل کثیر لازم آسکتا ہے، کیونکہ اس میں عمل کثیر کا لازم نہ آنا ضرورت کے پیش نظر ہے اور ضرورت سے تجاوز کی صورت میں حکم اپنے اصل کی طرف لوٹ جائے گا اور عمل کثیر واقع ہو جائے گا اور موبائل فون بند کرنے سے خشوع وخضوع میں کمی نہیں آتی بلکہ کمال حاصل ہوتا ہے خصوصاً جب گانے والی ٹون مسجد میں بجنا شروع ہو جائے اس وقت موبائل فون بند کرکے ساری مسجد کے نمازیوں کو پریشانی سے نجات اور رب تعالیٰ کے گھر کو بے ادبی سے محفوظ کرنا ضروری ہوتا ہے۔

ہم آپ کے سامنے پہلے فقہاء کرام کی اس مسئلہ کے ساتھ ملتی جلتی نظائر پیش کرتے ہیں پھر اس کو احادیث مبارکہ سے مزین کریں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

علامہ عبدالرحمن ابن محمد العمادی الحنفی علیہ الرحمہ ”هدية ابن العماد“ میں رقمطراز ہیں:

مسالة: لوسقطت قلنسوته، او عمامته فى الصلاة، فرفعها بيد واحد افضل من الصلاة مشكوف الرأس، وان سقطت العمامة وأمكن ان يضعها بيد واحدة على راسه وهى ملفوفة فهو افضل، وان

انحلت واحتاج الی تکویرھا فالصلاۃ مع کشف الرأس اولی من قطع الصلاۃ لعقدھا" کذا فی التتارخانیہ"۔[1]

ترجمہ:"اگر نماز میں عمامہ یا ٹوپی گر جائے تو ننگے سر نماز پڑھنے سے بہتر ہے کہ ٹوپی کو ایک ہاتھ سے اٹھالے، اگر عمامہ نماز میں گر جائے تو دیکھیں گے کہ عمامہ بندھا ہوا ہی سر پر ایک ہاتھ سے رکھا جانا ممکن ہے تو اس کو سر پر رکھ لینا افضل ہے اور اگر عمامہ کھل گیا ہے اور اس کے پیچوں کے لپیٹنے کی محتاجی بھی درکار ہے تو عمامہ باندھتے ہوئے نماز کو توڑ دینے سے بہتر ہے کہ نماز ننگے سر ادا کی جائے۔"

علامہ محمود ابن احمد ابن عبدالعزیز الحنفی علیہ الرحمہ "المحیط البرھانی فی الفقہ النعمانی" میں اس بارے لکھتے ہیں:

ذکر نجم الدین النسفی: لو تعمم بید واحدۃ لاتفسد ولو تعمم بیدین تفسد، ولو رفع العمامۃ من الرأس ووضعھا علی الارض اورفع العمامۃ عن الارض و وضعھا علی الرأس لاتفسد صلاتہ انہ یحصل بید واحدۃ من غیر تکرار[2]

ترجمہ:"امام نجم الدین نسفی علیہ الرحمہ ذکر فرماتے ہیں:"اگر نمازی نے ایک ہاتھ کے ساتھ عمامہ باندھا نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر دو ہاتھوں سے عمامہ باندھا تو نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر عمامہ کو سر سے اٹھایا اور زمین پر رکھا یا عمامہ کو زمین سے اٹھایا اور سر پر رکھا (دونوں صورتوں میں) نماز فاسد نہ ہوگی کیونکہ یہ عمل ایک ہاتھ کے ساتھ بغیر تکرار کے حاصل ہوا ہے۔"

اگر نماز میں حصولِ خشوع کی خاطر ٹوپی اور عمامہ کو ایک ہاتھ سے سر پر رکھ سکتے ہیں تو

[1] ہدیۃ ابن العماد، ص ۶۰،۷، مطبوعہ دار ابن حزم بیروت لبنان

[2] المحیط البرہانی ج۱، ص ۳۹۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان



منافی خشوع کو ختم کرنے کی خاطر نماز میں موبائل فون بھی ایک ہاتھ سے بند کر سکتے ہیں اور یہ بھی خیال رہے کہ بند دائیں ہاتھ سے کریں، بائیں ہاتھ سے نہیں کیونکہ "حالتِ قیام میں بائیں ہاتھ سے کام کرنا عمل کثیر ہے جس سے بچنا ضروری ہے۔"[1]

نماز میں جماہی لینا مکروہ ہے، کیونکہ فرمان نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے:

ان اللہ یحب العطاس ویکرہ التثاؤب فاذا تثاءب احدکم فلیردہ ما استطاع ولایقول ھاہ ھاہ، فانما ذلکم من الشیطان یضحک منہ۔[2]

وفی روایۃ فلیمسک یدہ علی فمہ فان الشیطان یدخل فیہ[3]

"بیشک اللہ تعالیٰ چھینک پسند فرماتا ہے اور جماہی کو ناپسند کرتا ہے۔ لہٰذا تم میں سے کسی کو جماہی آئے تو اسے حتی المقدور روکنے کی کوشش کرو اور "ھاہ ھاہ" نہ کرو کیونکہ جماہی شیطان کی طرف سے ہوتی ہے (اور مسلمان کا چہرہ بگڑ جاتا ہے) جس کی وجہ سے شیطان ہنستا اور خوش ہوتا ہے۔"

اور ایک روایت میں ہے کہ "اپنے ہاتھ کو منہ پر رکھ کیونکہ شیطان منہ میں داخل ہو جاتا ہے۔" اس حدیث کے تحت سید احمد طحطاوی لکھتے ہیں:

(فانما ذلکم من الشیطان) ھذا یفید النھی عنہ فھو مکروہ تحریماً (وقولہ فی روایۃ فلیمسک...الخ) یوخذ من مجموع الحدیثین

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی ج۱، ص ۴۷۸، مطبوعہ المکتبۃ الغوثیۃ کراچی

[2] بخاری شریف "باب صفۃ ابلیس جنودہ" ج۱، ص ۴۶۴، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی
سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۷۴۶، ۲۷۴۷، مطبوعہ مصطفیٰ الحلبی
سنن ابوداؤد، رقم الحدیث ۵۰۲۸، المکتبۃ الحقانیہ ملتان

[3] مسلم شریف، ج۲، ص ۴۱۲، باب تشمیت العاطس وکراھۃ التثاؤب، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔ مسند احمد ابن حنبل ج۳، ص ۳۵۶، مطبوعہ المیمنیۃ

التخییر بین ردہ ووضع الید فی فمه ووزعه المشائخ علی الحالتین السابقتین [1]

یعنی "جماہی شیطان کی طرف سے ہے۔" اس فرمان میں جماہی لینے کے بارے جو منع اور نہی وارد ہے یہ مکروہ تحریمی کو ثابت کرتی ہے اور دوسری روایت میں اپنے ہاتھ کو منہ پر رکھنے کا حکم ہے اس سے اور پہلی حدیث سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ جماہی کو روکنے میں اختیار ہے خواہ منہ کو زور سے بند کرے یا ہاتھ کو منہ پر رکھ لے۔ مشائخ عظام نے ان دونوں طریقوں سے جماہی کو روکنے کا طریقہ بتایا ہے۔"

یہاں وضاحت سے معلوم ہو گیا کہ ناپسندیدہ آواز جس طرح ممکن ہو اسے روکا جائے۔ لہٰذا جس طرح جماہی آنے کے وقت منہ کو ہاتھ کے ذریعے بند کر لیا جاتا ہے اسی طرح موبائل فون کو جیب میں بند کرنا ممکن ہو تو وہاں بند کر دینا چاہیے ورنہ بقدر ضرورت پکڑ کر بند کر سکتا ہے۔

۳) کپڑے اور بدن کو نماز میں جھاڑنا اور صاف کرنا مکروہ ہے لیکن یہ اس وقت ہے جب اس کی طرف حاجت درکار نہ ہو اگر حاجت و ضرورت ہو جائے مثلاً چہرہ پر پسینہ یا مٹی تکلیف دہ ہو تو چہرہ پر ہاتھ بھی پھیر سکتا ہے اور کپڑے سے مٹی وغیرہ بھی جھاڑ سکتا ہے کیونکہ اس کی وجہ سے وہ نماز میں خشوع کو برقرار نہیں رکھ رہا۔ [2]

۴) نمازی دروازہ کو بند کر دے تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ دروازہ کھولا تو فاسد ہو جائے گا۔ [3]

۵) ایک یا دو مرتبہ بال اکھیڑا تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ تین بار مسلسل بال اکھیڑے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اگر فاصلہ کیا تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ [4]

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی، ج ا، ص ۴۷۹، مطبوعہ المکتبۃ الغوثیۃ کراچی

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی، ج ا، ص ۴۶۷،۴۶۶، مطبوعہ المکتبۃ الغوثیہ کراچی

[3] المحیط البرہانی فی الفقہ النعمانی، ج ا، ص ۳۹۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان

[4] المحیط البرہانی فی الفقہ النعمانی، ج ا، ص ۳۹۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان



۶) اپنے آپ کو پنکھے کے ساتھ دو مرتبہ ہوا دی تو نماز فاسد نہ ہوگی تین مرتبہ فاصلہ کر کے ہوا دی تو نماز پھر بھی فاسد نہ ہوگی ہاں تین مرتبہ بغیر فاصلہ کے مسلسل ہوا دی تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ [1]

۷) دورانِ نماز پرندے کو تین پتھر مارے اگر فاصلہ کیا ہے تو نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر بغیر فاصلہ کے مارے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ [2]

۸) ایک ہی رکن میں تین مرتبہ اپنے جسم کو کھجلایا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ یہ اس وقت ہے جب ہر بار اپنے ہاتھ کو اٹھاتا ہو اور اگر ایک ہی مرتبہ میں تین جگہوں کو کھجلا لیا تو نماز فاسد نہ ہوگی کیونکہ یہ ایک ہی مرتبہ کھجلانا ہے۔ [3]

۹) نماز میں مکھی یا مچھر کو ہاتھ کے ساتھ ہٹانا مکروہ ہے لیکن ضرورت کے وقت عمل قلیل کے ساتھ جائز ہے۔ [4]

۱۰) نمازی تیل کا برتن اٹھائے بغیر تیل کو اپنے سر پر انڈیل لے تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ [5]

"تلك عشرة كاملة"

✿✿✿✿✿

## نماز میں موبائل فون کا بند کرنا شرعی ضرورت ہے:

"فتح القدیر کے اندر نماز میں امام کے وضو ٹوٹنے پر خلیفہ بنانے کے بارے مرقوم ہے کہ خلیفہ اسے بنایا جائے گا جو امام بننے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ اس مقام پر ایک جزیہ پیش فرماتے ہیں:

لان الاستخلاف عمل کثیر فی نفسه وانما لا یوثر ضرورة

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی، ج ا، ص ۴۳۸، مطبوعہ المکتبۃ الغوثیۃ کراچی

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی، ج ا، ص ۴۳۸، مطبوعہ المکتبۃ الغوثیۃ کراچی

[3] حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی، ج ا، ص ۴۳۸، مطبوعہ المکتبۃ الغوثیۃ کراچی

[4] حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی، ج ا، ص ۴۷۸، مطبوعہ المکتبۃ الغوثیۃ کراچی

[5] المحیط البرہانی، ج ا، ص ۳۹۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان

''یعنی خلیفہ بنانا (نماز میں) عمل کثیر ہے اور ضرورت کے پیش نظر عمل کثیر باصلاحیت امام میں موثر نہیں ہوگا۔'' [1]

''بدائع الصنائع'' میں امام کاسانی نماز کے اندر سرینوں پر بیٹھنے کے بارے فرماتے ہیں:

ولا یکرہ فی حالة العذر، لان مواضع الضرورة مستثناة من قواعد الشرع [2]

''حالت عذر میں (سرینوں پر بیٹھنا) مکروہ نہیں ہے کیونکہ ضرورت کے مقامات شریعت کے قواعد سے مستثنیٰ اور خارج ہوتے ہیں۔''

صاحب ھدایہ علیہ الرحمہ دورانِ جنگ ریشم پہننے کے متعلق رقمطراز ہیں:

والمحظور لا یستباح الا للضرورة [3]

''ممنوع کام ضرورت کی وجہ سے مباح ہوجاتا ہے۔''

شیخ سید احمد طحطاوی علیہ الرحمہ ''حاشیة الطحطاوی علی المراقی'' میں نماز کے اندر چلنے کے بارے گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ذکر المحقق ابن امیر حاج ما حاصله: أن المشی لا یخلو اما أن یکون بلا عذر أو یکون بعذر، فان کان بلا عذر فان کان کثیرا متوالیا یفسد صلاته سوآء استدبر القبلة مع ذلك أولا لانه حینئذٍ عمل کثیر لیس من أعمال الصلوة ولم تقع الرخصة فیه، وان کان کثیراً

[1] فتح القدیر، ج ۱، ص ۳۹۸، مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور

[2] بدائع الصنائع، ج ۱، ص ۵۰۶، مطبوعہ موسسة التاریخ العربی

[3] الھدایہ، ج ۴، ص ۴۵۶، کتاب الکراھیة مطبوعہ المصباح اردو بازار لاہور



غیر متوال بل تفرق فی رکعات، او تخلله مهلات، فان استدبر مع القبلة فسدت لوجود المنافی قطعاً من غیر ضرورة، وان لم یستدبر معه القبلة لم تفسد ولکن یکره لما عرف ان ما افسد کثیره کره قلیله، عند عدم الضرورة وان کان بعذر کأن کان لاجل الوضوء لحدث سبقه فی الصلاة اولا نصرافه الی وجه العدو او رجوعه منه فی صلاة الخوف لا یفسد ولا یکره مطلقا سواء کان کثیرا او قلیلا استدبر القبلة اولم یستدبر، اھ [1]

یعنی محقق ابن امیر حاج گذشتہ گفتگو کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: ''نماز میں چلنا دو صورتوں سے خالی نہیں یا تو بغیر عذر کے چلے گا یا عذر کی وجہ سے چلے گا۔ بصورت اول یعنی اگر بلا عذر چلے (تو پھر دو صورتیں ہیں) مسلسل کثیر چلتا ہے تو نماز فاسد ہوجائے گی خواہ قبلہ کو پشت پھیری یا نہیں کیونکہ اس وقت عمل کثیر نماز کے اعمال و افعال سے نہیں ہوگا اور نہ ہی ایسے چلنے میں رخصت واقع ہوئی ہے اور اگر کثیر چلتا ہے لیکن مسلسل نہیں بلکہ رکعتوں میں فرق کرکے چلا یا کئی ارکان سے ان کے درمیان فرق کرکے چلا، پھر دیکھیں گے کہ وہ چلنے میں قبلہ کو پشت کررہا ہے تو نما فاسد ہوجائے گی کیونکہ منافی نماز بغیر ضرورت کے یقینی طور پر پایا جا رہا ہے اور اگر چلنے میں پشت قبلہ کی طرف نہیں پھیری تو نماز فاسد نہیں ہوگی لیکن یہ عمل مکروہ (تحریمی) ہوگا کیونکہ معروف قاعدہ ہے کہ ''جس کا کثیر فاسد کردے اس کا قلیل ضرورت نہ ہونے کے وقت مکروہ ہوتا ہے اور اگر نماز میں چلنا عذر کی وجہ سے ہے مثلاً نماز میں حدث لاحق ہوا اور وضو کے لیے نکلا یا دشمن کے چہرہ کی طرف سے بچنے کے لیے یا نماز خوف میں دشمن کے مقابلہ میں آکر مقابلہ میں آکر کھڑا ہونے کے لیے پھرا تو مطلقا نماز نہ فاسد ہوگی اور نہ

[1] حاشیة الطحطاوی علی المراقی، ج ۱، ص ۴۳۹، مطبوعہ المکتبة الغوثیة کراچی

مکروہ ہوگی خواہ کثیر چلا یا قلیل قبلہ کی طرف پشت ہوئی یا نہیں۔"

**نماز میں چلنا**

- عذر کی وجہ سے (عدم فاسد)
- بلا عذر
  - کثیر چلا
    - مسلسل
      - قبلہ کو پشت ہوئی (فاسد)
      - یا نہیں (فاسد)
    - غیر مسلسل
      - قبلہ کو پشت ہوئی (فاسد)
      - یا نہیں (عدم فاسد و مکروہ تحریمی)
  - یا نہیں (غیر فاسد)
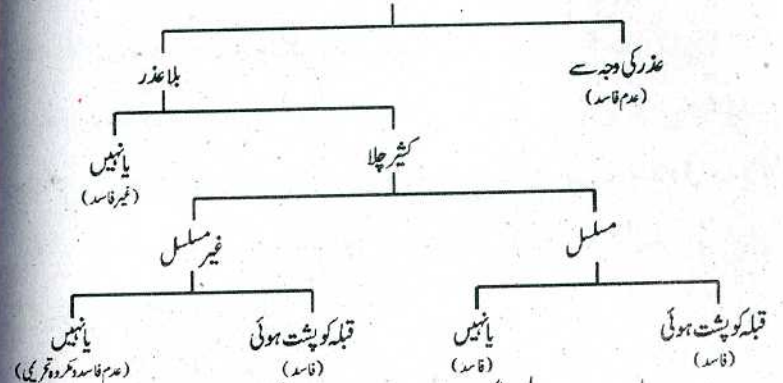
علامہ ابو الحسنات عبدالحی الکھنوی رحمۃ اللہ علیہ "فتاویٰ لکھنوی" موسوم بہ "نفع المفتی والسائل بجمع متفرقات المسائل" میں رقمطراز ہیں:

أی عمل کثیر لایفسد الصلاۃ؟

أقول هو العمل الذی یحتاج الیه فی الصلاة کالا ستخلاف و البناء و مثله قتل العقرب والحیة مطلقاً سواء کانت جنیة أوغیرها، وسواء کان الضرب بضربة او ضربات وهو الاظهر کما فی تبیین الحقائق وغیره[1]

ترجمہ: "س: کون سا عمل کثیر نماز کو فاسد نہیں کرتا؟

ج: میں کہتا ہوں وہ ایسا عمل کثیر ہے جس کی طرف نماز میں حاجت درکار ہوتی ہو۔ جیسے نماز میں خلیفہ بنانا اور نماز پر بناء کرنا اور اس کی مثل بچھو اور سانپ کو مطلقاً قتل کرنا وہ سانپ خواہ جن ہو یا نہ ہو ایک ضرب کے ساتھ مارا یا کئی ایک ضربوں کے ساتھ مارا یہی اظہر مذہب ہے جیسا کہ تبیین الحقائق اور اس کے علاوہ میں لکھا ہے۔"

[1] فتاویٰ لکھنوی ص ۲۹۲، مطبوعہ دار ابن حزم بیروت لبنان



ان وضاحتوں سے یہ معلوم ہوگیا کہ ضرورت کے پیش نظر عمل کثیر غیر موثر ہوتا ہے اور نماز اس سے فاسد نہیں ہوتی اور خشوع کے منافی عمل کو ختم کرنا بھی واجب ہے۔ لہٰذا نماز میں موبائل فون کو بند کرنا عمل قلیل سے ہو تو کوئی مضائقہ نہیں اور اگر عمل کثیر کے ذریعے ہی موبائل فون بند کرنا ممکن ہو تو "ضرورۃ" اور "ترکِ منافی خشوع" کی خاطر بند کرنا جائز ہے۔ اسی طرح دیکھ کر بند کرنا بھی اس وقت جائز ہوگا جب دیکھنے کے بغیر موبائل فون بند کرنا اس شخص کو ممکن ہی نہ ہو۔

یہ بھی مخفی نہ رہے کہ نماز میں کسی لکھی ہوئی چیز کو دیکھنے کا حکم اور ہے اور پڑھنے کا حکم اس کے علاوہ ہے۔ پھر لکھی ہوئی شئے قرآن مجید ہو تو اور حکم ہے، قرآن مجید کے علاوہ ہو تو حکم اور ہے۔

چنانچہ برہان الدین ابوالحسن علی ابن ابوبکر الفرغانی المرغینانی علیہ الرحمہ "ہدایہ شریف" میں رقمطراز ہیں:

(واذا قرأ الامام من المصحف فسدت صلاته عند ابی حنیفة وقالا هی تامة) لانه عبادة انضافت الی عبادة (الا انه یکره) لانه یشبه بصنع اهل الکتاب ولابی حنیفة ان حمل المصحف والنظر فیه وتقلیب الاوراق عمل کثیر ولانه تلقن من المصحف فصار کما اذا تلقن من غیره وعلی هذا لافرق بین المحمول و الموضوع وعلی الاول یفترقان (ولونظر الی مکتوب و فهمه فالصحیح انه لاتفسد صلاته بالاجماع) بخلاف ما اذا حلف لایقرا کتاب فلان حیث یحنث بالفهم عند محمد لان المقصود هناك الفهم اما فساد الصلوٰة فبالعمل الکثیر ولم یوجد[1]

[1] ہدایہ شریف جزء اول، ص ۱۲۲، مطبوعہ المکتبۃ الحقانیۃ پشاور

یعنی ''امام نے جب مصحف سے پڑھا تو اس کی نماز امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے نزدیک فاسد ہوجائے گی۔صاحبین (امام ابو یوسف وامام محمد علیہما الرحمہ) فرماتے نماز تام ہوگی۔کیونکہ یہ دیکھنا ایسی عبادت ہے جو دوسری عبادت کے ساتھ مل رہی ہے مگر یہ مکروہ ہے کیونکہ یہ کتابیوں کے طریقے کے مشابہ عمل ہے۔امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ مصحف کو اٹھانا، اس میں دیکھنا اور ورق پلٹنا عمل کثیر ہے اور دوسری یہ ہے کہ مصحف شریف سے قرآن مجید پڑھنا ایسا ہے جیسے کسی غیر سے قرآن مجید پڑھ رہا ہے۔اس دوسری دلیل کے مطابق قرآن اٹھایا ہوا ہو یا رکھا ہو کوئی فرق نہیں۔(لیکن) پہلی دلیل کے مطابق رکھے ہوئے اور اٹھائے ہوئے میں فرق کیا جائے گا اور اگر نمازی نے مکتوب کی طرف دیکھا اور اسے سمجھ لیا تو صحیح مذہب کے مطابق اس کی نماز بالاجماع فاسد نہیں ہوگی۔یہ خلاف اس کے کہ جب اس نے قسم اٹھائی کہ وہ فلاں کتاب کو نہیں پڑھے گا تو امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک اس لکھے ہوئے کو سمجھنے کی وجہ سے نمازی کی قسم ٹوٹ جائے گی کیونکہ مقصود اس قسم اٹھانے کی جگہ سمجھنا ہے۔البتہ نماز کا فاسد ہونا عمل کثیر کی وجہ سے ہے اور عمل کثیر (محض سمجھنے سے) نہیں پایا گیا۔''

لیکن اگر قرآن مجید اوپر سے دیکھ کر پڑھنے والا نمازی حافظ قرآن ہو تو پھر اگر قرآن مجید کو اٹھائے بغیر دیکھ کر پڑھ لے تو نماز نہیں ٹوٹے گی۔کیونکہ قرآن مجید کو دیکھنے سے اسے اپنا حفظ کیا ہوا سامنے آجائے گا سو یہ حافظ قرآن درحقیقت قرآن مجید کی زیارت کرنے والا ہوا، دیکھ کر پڑھنے نہ ہوا۔لہٰذا قرآن مجید دیکھ کر پڑھنے والی روایت کا محمل یہ ہوا جس سے نماز نہیں ٹوٹتی۔

چنانچہ برہان الدین ابو المعالی محمود ابن احمد ابن عبدالعزیز البخاری الحنفی علیہ الرحمہ ''المحیط البرہانی'' میں رقمطراز ہیں:



قال الشیخ الامام الزاهد ابونصر الصفار: اذا کان حافظاً للقرآن، ومع هذا نظر فی المصحف أوفی الکتاب المکتوب علی المحراب، وقرأجازت صلاته، لان هذه القرآة مضافة الی حفظه لا الی تلقیه من المصحف [1]

''شیخ امام زاہد ابونصر صفار علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ جب نمازی حافظ قرآن ہو اور اس حفظ کے ساتھ اس نے مصحف کی طرف دیکھا یا لکھے ہوئے کی طرف دیکھا جو محراب پر لکھا ہوا تھا اور اس کو پڑھ لیا تو نماز جائز ہوگی کیونکہ یہ قرأت اس کے حفظ کی طرف مل جاتی ہے اس میں مصحف سے حاصل نہیں کیا گیا'' (کہ نماز فاسد ہو)۔

علامہ حسن ابن عمار الشرنبلالی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

(وقرأة مالا یحفظه من مصحف) وان لم یحمله للتلقی من غیره وأما اذا کان حافظاً له ولم یحمله فلا تفسد لانتفاء العمل والتلقی، وفی الطحطاوی أی: والقرأة مضافة الی حفظه لا الی تلقیه من المصحف [2]

''یعنی جس نے حفظ نہیں کیا اس کا مصحف شریف سے پڑھنا نماز کو فاسد کر دیتا ہے اگرچہ قرآن کو نہ اٹھایا ہو کیونکہ اس میں قرآن کو غیر سے حاصل کرنا پایا جا رہا ہے۔البتہ جب حافظ قرآن ہو اور اس نے قرآن کو اٹھایا نہیں تو (قرآن مجید سے دیکھ کر پڑھنا) نماز کو فاسد نہیں کرتا کیونکہ عمل کثیر اور غیر سے قرآن مجید حاصل کرنا نہیں پایا جا رہا ہے اور طحطاوی میں ہے یعنی اوپر سے دیکھ کر پڑھنا اس کے حفظ کے ساتھ مل جاتا ہے مصحف سے اس کو حاصل نہیں کیا جا رہا۔''

---

[1] (i) المحیط البرہانی، ج ا، ص ۳۹۲، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان
(ii) الفتاوی التاتارخانیہ، ج ا، ص ۴۲۵، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی، ج ا، ص ۴۵۴، مطبوعہ المکتبۃ الغوثیہ کراچی

علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ ''منحۃ الخالق'' میں اس بارے رقمطراز ہیں:

قال فی النھر أقول: اطلاق عدم الفساد فی الحافظ انما یتم علی العلۃ الثانیۃ: أما علی الأولی فلافرق بین الحافظ وغیرہ و عبارۃ الشارح: ولو کان یحفظ وقرأ من غیر حمل قالوا لاتفسد لعدم الأمرین وفی الفتح: ولو کان یحفظ الا انہ نظر وقرأ لاتفسد، وھاتان العبارتان لاغبار علیھما اھ وحاصلہ انہ لابد من تقیید عدم الفساد فی الحافظ بان یکون من غیر حمل [1]

''نہر الفائق'' میں علامہ سراج الدین عمر ابن ابراہیم الشہیر ابن نجیم مصری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ''حافظ قرآن کے مصحف شریف سے پڑھنے میں فساد نہ ہونے کا اطلاق وہ دوسری دلیل پر پورا ہوتا ہے، البتہ پہلی دلیل پر حافظ اور غیر حافظ میں کوئی فرق نہیں اور شارح علامہ زین الدین کی عبارت کہ اگر حافظ قرآن ہے اور بغیر اٹھائے قرآن پڑھا تو سب کے قول میں نماز فاسد نہ ہوگی (اور اس کی پیروی جامع الصغیر میں امام سرخسی علیہ الرحمہ نے کی جیسا کہ ''نہایہ'' میں ہے اور ابونصر صفار نے اتباع کی جیسا کہ ذخیرۃ الفتاویٰ میں ہے۔ یہ دلیل دیتے ہوئے کہ یہ قرأت اس کے حفظ کے ساتھ ملتی ہے مصحف سے اس کو حافظ بنایا نہیں جارہا۔ فتح القدیر، نہایہ، تبیین الحقائق میں اس پر جزم کیا ہے یہی اوجہ اور قوی مذہب ہے جیسا کہ (فقیہہ) پر مخفی نہیں، (بحر الرائق) کیونکہ دونوں دلیلوں میں سے کوئی وجہ بھی یہاں نہیں پائی جارہی جس کی وجہ سے اسے عمل کثیر کہا جاسکے) اور فتح القدیر میں ہے اگر حافظ قرآن ہے مگر اس نے دیکھا اور پڑھا تو نماز فاسد نہ ہوگی۔'' یہ دونوں عبارتیں بے غبار ہیں۔'' (کیونکہ جہاں نماز ٹوٹنے کا حکم ہے وہ قرآن مجید اٹھا کر پڑھنے پر محمول ہے، خواہ وہ

[1] (i) منحۃ الخالق علی البحر الرائق، ج ۲، ص ۱۸، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ
(ii) ردالمحتار علی الدرالمختار، ج ۲، ص ۴۶۴، مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور



حافظ قرآن ہی کیوں نہ ہو)۔

نتیجۂ کلام یہ ہوا کہ نماز فاسد نہ ہونے کو حافظ قرآن میں مقید کرنا ضروری ہے بہ ایں طور کہ حافظ نے اسے اٹھایا نہ ہو۔'' (لہٰذا حافظ قرآن بغیر اٹھائے قرآن دیکھ کر قرآن مجید پڑھے تو اس کی اپنا حفظ متحضر ہونے کی وجہ سے نماز فاسد نہ ہوگی)۔

مکتوب کے بارے خلاصۂ کلام یہ ہوا کہ جس مکتوب کو نماز میں دیکھا جارہا ہے، وہ دو حال سے خالی نہیں کہ قرآن ہے یا غیر قرآن، اگر قرآن ہے تو اسے پڑھا گیا ہے کہ نہیں، بصورت ثانی نماز فاسد نہیں ہوگی۔ بصورت اول کی دو صورتیں ہیں پڑھنے والا حافظ ہے یا نہیں اگر حافظ نہیں تو نماز فاسد ہوجائے گی اور اگر حافظ ہے تو پھر دیکھیں گے کہ قرآن کو ہاتھ میں اٹھایا ہے یا بغیر اٹھائے پڑھ رہا ہے۔ اگر اٹھا کر پڑھ رہا ہے تو نماز فاسد ہوجائے گی اور اگر بغیر اٹھائے محض دیکھ کر اپنے حفظ کو سامنے لاتا ہے تو نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر مکتوب غیر قرآن ہے تو پھر دو صورتیں ہوں گی اسے نماز میں پڑھا ہے یا فقط سمجھا ہے پہلی صورت میں نماز فاسد ہوگی۔ دوسری صورت میں صحیح مذہب کے مطابق بالاجماع نماز فاسد نہ ہوگی۔

نماز میں مکتوب (لکھا ہوا) دیکھنا

- قرآن
  - سمجھا (عدم فاسد)
  - پڑھا
    - حافظ
      - قرآن اٹھایا (فاسد)
      - یا نہیں
        - اپنے حفظ کو متحضر کیا (عدم فاسد)
        - یا نہیں (فاسد)
    - غیر حافظ (فاسد)
- غیر قرآن
  - سمجھا (عدم فاسد علی الصحیح)
  - پڑھا (فاسد)
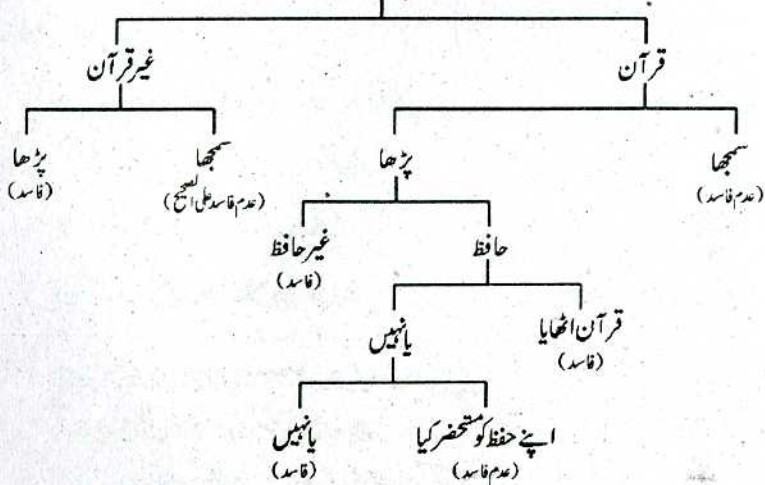
مذکورہ بحث میں اگر نمازی قرآن مجید کے علاوہ مکتوب کو دیکھ کر سمجھ لیتا ہے پڑھتا نہیں تو صحیح مذہب کے مطابق بالاجماع اس کی نماز فاسد نہ ہوگی۔ [1]

یہی صورت حال موبائل فون کو نماز میں بند کرنے والے کی ہو سکتی ہے کہ وہ اسے نکال کر فقط سمجھتا ہے منہ سے پڑھتا نہیں ہے اور رہا موبائل فون کو نکال کر بند کرنا یا اٹھانا اگرچہ بظاہر ضرر ہے لیکن یہ عمل اصلاحِ نماز کی خاطر کیا جا رہا ہے جس وجہ سے یہ افعال نماز سے ہے، غیر سے تلقین اور حاصل کرنا نہیں ہے، لہٰذا نماز فاسد نہ ہوگی۔ جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت امامہ بنت زینب رضی اللہ عنہا کو نماز میں اٹھایا۔ [2]

## احادیث مبارکہ اور نماز میں موبائل فون بند کرنا:

۱) امام بخاری علیہ الرحمہ ''بخاری شریف'' میں مسح الحصی فی الصلوٰۃ (نماز میں کنکری ہٹانے کے بیان میں) باب باندھتے ہوئے اپنی سند کے ساتھ حدیث مبارک بیان فرماتے ہیں:

حضرت معیقیب بیان کرتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے ایک شخص کو ارشاد فرمایا، جو سجدہ میں جاتے وقت (کنکریاں ملی ہوئی) مٹی ہٹاتا اور برابر کرتا تھا۔ آپ ﷺ نے اسے ارشاد فرمایا:

ان کنت فاعلا فواحدۃ [3]

''اگر تو نے ایسا کرنا ہے تو ایک مرتبہ کر۔''

اور مسلم شریف کی روایت میں ہے:

ان کنت لابد فاعلا فواحدۃ

[1] الفتاوی التاتارخانیہ، ج ا، ص ۴۲۵، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی
[2] فتح القدیر، ج ا، ص ۴۱۲، مطبوعہ المکتبۃ الحقانیۃ پشاور
[3] بخاری شریف، جلد نمبر ۱، صفحہ نمبر ۱۶۱، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی



''اگر تو نے ایسا ضروری کرنا ہے تو ایک مرتبہ کر۔''

اس حدیث مبارک کے تحت امام نووی علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں:

معناہ لا تفعل وان فعلت فافعل واحدۃ لا تزد. وھذا نھی کراھۃ تنزیھیۃ فیہ کراھۃ واتفق العلماء علی کراھۃ المسح لانہ ینا فی التواضع ولانہ یشغل المصلی [1]

''یعنی اس ارشاد گرامی کا مطلب یہ ہے کہ 'یہ نہ کر، اگر کرنا ہے تو ایک مرتبہ سے زیادہ نہ کر اور یہ منع کرنا ایسی کراہت تنزیہی پر مشتمل ہے جس میں کراہت تحریمی ثابت ہو سکتی ہے اور علماء کرام نے کنکری ہٹانے کی کراہت پر اتفاق کیا ہے کیونکہ یہ تواضع کے منافی اور نمازی کو مشغول کرنے والا عمل ہے۔''

حدیث شریف سے یہ معلوم ہوا کہ نماز میں ایک مرتبہ ضرورت و حاجت کے پیش نظر ہاتھ ہلانے سے نماز نہیں ٹوٹتی اور امام نووی علیہ الرحمہ کی وضاحت سے معلوم ہوا کہ بلاوجہ ہاتھ ہلانا کراہت کو متلزم ہے اور یہ کراہت بھی منافی تواضع اور نمازی کے دل مشغول ہونے کی وجہ سے ہے۔

''عمدۃ القاری شرح البخاری'' میں علامہ بدر الدین عینی حنفی علیہ الرحمہ اس حدیث شریف کے تحت امام نووی شافعی علیہ الرحمہ کے قول پر تبصرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

قلت: فی حکایتہ الاتفاق نظر، فان مالکاً لم یربہ باساً وکان یفعلہ فی الصلاۃ وفی التلویح روی عن جماعۃ من السلف انھم کانوا یمسحون الحصی لموضع سجودھم مرۃ واحدۃ وکرھوا ما زاد علیھا [2]

یعنی ''میں کہتا ہوں، اتفاق علماء کی حکایت میں نظر ہے کیونکہ امام مالک علیہ الرحمہ

[1] شرح مسلم شریف، جلد نمبر ۱، صفحہ نمبر ۲۰۶، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی
[2] عمدۃ القاری شرح البخاری، جلد نمبر ۷، ص ۴۱۶، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان

اس بارے کوئی حرج نہیں سمجھتے اور وہ نماز میں ایسا عمل فرماتے تھے اور تلویح میں ہے "سلف صالحین کی ایک جماعت سے مروی ہے کہ وہ کنکریوں کو اپنے سجدہ کرنے کے لیے ایک مرتبہ ہٹادیتے اور ایک سے زائد پر کراہت سمجھتے تھے۔"

لیکن بنظرِعمیق دیکھا جائے تو دونوں مفہوموں میں کوئی تضاد اور ٹکراؤ نہیں ہے کیونکہ امام نووی علیہ الرحمہ کی بیان کردہ علت "منافی تواضع اور دل کو مشغول کرنے والے عمل" پر سب کا اتفاق ہے۔لہٰذا خشوع کو ختم کرنے والا کوئی بھی بلاوجہ عمل سب کے نزدیک مکروہ ٹھہرا اور امام مالک علیہ الرحمہ سجدہ والی جگہ سے کنکری، حصول خشوع اور منافی تواضع کو ختم کرنے کے لیے ہٹاتے تھے اور یقیناً اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔اسی وجہ سے امام نووی علیہ الرحمہ نے منافی تواضع عمل کی کراہت پر اتفاق علماء کا قول فرمایا ہے۔

اس علت کراہت یعنی منافی تواضع اور دل کو مشغول کرنے والے عمل سے یہ بات سمجھ آگئی کہ اگر کوئی کام تواضع کے منافی اور دل کو مشغول کردے تو اس سے گریز کرنا چاہیے۔لہٰذا نماز میں موبائل فون کا بجنا ایک نمازی کی نماز میں خلل تو کجا ساری مسجد کے نمازیوں کی توجہ ہٹادیتا ہے جو کہ تواضع وعاجزی کے بھی منافی ہے اور نمازیوں کا دل بھی بے رغبت کردیتا ہے۔سو موبائل فون کو بند نہ کرنا گذشتہ علت کے مطابق مکروہ ہوا۔

نماز میں خشوع وخضوع کے منافی جو عمل پایا جائے وہ اصل ارکان میں بھی نقص پیدا کردیتا ہے۔اسی واسطے علامہ حسن بن عمار الشرنبلالی علیہما الرحمہ نے نماز میں کپڑے اور بدن بلاوجہ جھاڑنے کی کراہت پر دلیل ارشاد فرماتے ہوئے لکھا:

لانه ینافی الخشوع الذی هو روح الصلاة فکان مکروها لقوله تعالی قد افلح المومنون الذین هم فی صلاتهم خاشعون[1]

[1] مراقی الفلاح شرح نورالایضاح، جلد نمبر ۱، ص ۲۶۶، مطبوعہ مکتبہ غوثیہ کراچی



"یعنی یہ اس لیے مکروہ عمل ہے کہ یہ خشوع کے منافی ہے اور خشوع ہی نماز کی روح ہوتی ہے۔لہٰذا یہ منافی خشوع عمل مکروہ تحریمی ہوا کیونکہ ارشاد خداوندی ہے "تحقیق وہ مومنین کامیاب ہوگئے جنہوں نے اپنی نمازوں میں خشوع کیا۔"

اسی لیے تو فاضل بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"نماز میں حضورِقلب وخشوع وخضوع مغزِمقصود واعزِمطلوب ہے۔"[1]

۲) امام ابوداؤد سلیمان ابن اشعث سجستانی علیہ الرحمہ "ابوداؤد شریف" میں اپنی سند کے ساتھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نماز میں نعلین مبارک کو اتارنے کے بارے حدیث شریف بیان فرماتے ہیں:

عن ابی سعید الخدری قال بینما رسول الله ﷺ یصلی بأصحابه اذخلع نعلیه فوضعهما عن یساره فلما رأی القوم ذلك القوا انعالهم فلما قضی رسول الله ﷺ صلاته قال ماحملکم علی إلقائکم نعالکم قالوا رأیناك القیت نعلیك فألقینا نعالنا فقال رسول الله ﷺ ان جبریل علیه السلام أتانی فأخبرنی أن فیهما قذراً وقال إذاجاء أحدکم المسجد فلینظر فان رأی فی نعلیه قذراً او أذیً فلیمسحه ولیصل فیهما[2]

"حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کو نماز پڑھائی۔دورانِ نماز آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نعلین مبارک اتارے اور ان کو اپنی بائیں جانب رکھ لیا جب آپ کے پیچھے صحابہ کرام کی جماعت نے دیکھا تو انہوں نے

[1] فتاویٰ رضویہ، جلد نمبر ۲۱، ص ۲۵۵، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

[2] ابوداؤد شریف، جلد نمبر ۱، ص ۱۰۲، باب الصلوٰۃ فی النعل، مطبوعہ مکتبہ حقانیہ ملتان

وفی روایة فلینظر فی نعله. سنن ابی داؤد، رقم الحدیث: ۶۵، مطبوعہ مکتبہ حقانیہ ملتان

بھی اپنے جوتے اتار لیے۔ رسول اللہ ﷺ نے نماز ادا کرنے کے بعد ارشاد فرمایا: تمہیں
اپنے جوتے اتارنے پر کس چیز نے برانگیختہ کیا۔ انہوں نے عرض کی (یارسول اللہ ﷺ)
ہم نے نماز میں آپ کو نعلین مبارک اتارتے دیکھا تو ہم نے بھی اپنے جوتے اتار لیے۔ رسول
اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بیشک میرے پاس تو جبریل امین آئے تھے انہوں نے مجھے خبر
دی کہ ان میں کچھ قذر ہے اور ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی مسجد میں آئے تو اسے خود میں
غور وفکر کر لینی چاہیے اگر جوتے میں کوئی گندگی یا تکلیف دہ چیز دیکھے تو اسے پونچھ لے اور
ان میں نماز ادا کرلے۔"

اس حدیث شریف میں تعلیم امت کے لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز میں جوڑا
مبارک یا موزے مبارک کو قذر کی وجہ سے اتار دیا، جو منافی تواضع اور نماز میں رکاوٹ
ڈالنے کا سبب تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر نماز میں ایسی چیز آڑے آجائے، جس سے نماز
میں تواضع نہ ہو سکے اور دل پراگندہ راہوں پر جا گرے تو ایسی شئے کو نماز کے اندر ہی دور کر
دینا چاہیے۔ لہٰذا نماز میں موبائل فون کا بجنا ایک باطنی قذر اور تکلیف دہ شئی ہے جس کو دوران
نماز ہی ہاتھ سے بند کر دینے میں کوئی حرج نہیں اور نہ ہی اس بند کرنے سے عمل کثیر کا تحقق
ہوگا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز میں اپنے ہاتھ مبارک سے قذر والے جوڑے مبارک کو
اتارا۔ واللہ اعلم بالصواب

۴) امام مسلم "مسلم شریف" میں اپنی سند کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کا حالتِ نماز میں حضرت
امامہ بنت زینب (نواسی رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو اٹھانے اور رکھنے اور رکھ کر پھر
اٹھانے کی روایت بیان کرتے ہیں:

عن ابی قتادة الانصاری قال رأیت النبی ﷺ یؤم الناس و امامة
بنت ابی العاص وھی بنت زینب بنت رسول اللہ ﷺ علی عاتقه فاذا



رکع وضعها واذا رفع من السجود اعادها [1]

"حضرت ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے نبی پاک علیہ الصلوٰۃ
والسلام کو لوگوں کی امامت کرتے دیکھا اور حضرت امامہ جناب ابوالعاص کی صاحبزادی
اور رسول اللہ ﷺ کی بیٹی کی بیٹی، آپ علیہ السلام کے کاشانہ اقدس پر ہوتیں جب آپ
رکوع فرماتے تو نواسی کو کاندھے سے نیچے اتار دیتے اور جب سجدہ مبارک سے اٹھتے تو ان
کو پھر اٹھا لیتے۔"

اس حدیث مبارک کے تحت امام نووی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

ففیه دلیل لصحة من حمل ادمیا او حیوانا طاهرا من طیر و شاة
وغیرهما وان ثیاب الصبیان واجسادهم طاهرة حتی یتحقق
نجاستها وان الفعل لایبطل الصلوة وان الافعال اذا تعددت ولم
تتوال بل تفرقت لاتبطل الصلوة

"یعنی اس حدیث شریف میں اس شخص کی نماز صحیح ہونے کی دلیل ہے جس نے دوران
نماز کسی انسان یا پاک حیوان مثلاً پرندہ یا بکری وغیرہ کو اٹھایا اور بیشک بچوں کے کپڑے اور ان
کے جسم پاک ہیں حتی کہ ان کی نجاست متحقق ہو جائے اور فعل قلیل نماز کو باطل نہیں کرتا اور
افعال جب متعدد ہو جائیں لیکن پے در پے نہ ہوں جدا جدا ہوں تو نماز باطل نہ ہوگی۔"

اس سے تھوڑا آگے امام خطابی کا رد کرنے کے بعد امام نووی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

فالصواب الذی لامعدل عنه ان الحدیث کان لبیان الجواز
والتنبیه علی هذه الفوائد فهو جائز لنا وشرع مستمر للمسلمین الی
یوم الدین واللہ اعلم [2]

---

[1] صحیح مسلم، جلد نمبر ۱ص ۲۰۵، باب جواز حمل الصبیان فی الصلوٰۃ...... الخ، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی
[2] شرح صحیح مسلم للنووی، جلد نمبر ۱ص ۲۰۵، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی

''یعنی درست بات یہی ہے جس سے روگردانی نہیں کی جاسکتی کہ یہ حدیث بیان جواز کے لیے ہے اور مذکورہ فوائد پر تنبیہ کرنے کے لیے ہے سو یہ کام ہمارے لیے جائز ہے اور قیامت تک مسلمانوں کے لیے ہمیشگی کی راہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی زیادہ جاننے والا ہے۔

بخاری شریف میں اس حدیث کے تحت محدث احمد علی سہانپوری علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں:

وفی التوشیخ للسیوطی اختلف فی هذا الحدیث فقیل انه من خصائصه وقیل منسوخ وردبانهما لاتثبتان بالاحتمال وقیل خاص بالضرورة اذا لم یجد من یکفیه امرها وقیل محمول علی قلة العمل وهو الاصح انتهی وفی العینی قال النووی هذا یدل لمذهب الشافعی ومن وافقه انه یجوز حمل الصبی والصبیة وغیرهما من الحیوان فی الفرض والنفل ویجوز للامام والمنفرد والماموم اما مذهب ابی حنیفة فی هذا فما ذکره صاحب البدائع لوحملت امرأة صبیها فارضعته تفسد صلاتها لوجود العمل الکثیر واما حمل الصبی بدون الارضاع فلایوجب الفساد ثم روی هذا الحدیث وهذا لم یکره منه ﷺ لعدم من یحفظها اولبیانه الشرع وکذا فی زماننا لایکره عنه الحاجة اما بدونها فمکروه انتهی وفی العالمگیریه اذا تردی برداء اوحمل شیئا خفیفاً یحمل بیدواحدة اوحمل صبیا اوثوبا علی عاتقه لم تفسد صلاته کذا فی فتاوی قاضی خاں [1]

یعنی توشیخ میں علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں اس حدیث کے مفہوم میں مختلف اقوال ہیں۔ بعض نے کہا کہ یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خصائص میں سے ہے۔ بعض نے کہا یہ حدیث منسوخ ہے اور یہ دونوں باتیں درست نہیں۔ کیونکہ ایسی چیزیں احتمال سے

[1] حاشیۃ البخاری للسہارنفوری علیہ الرحمہ، جلد نمبر ۱، ص ۷۴، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی



ثابت نہیں ہوتیں اور بعض نے کہا کہ یہ ضرورت کے وقت ایسی خاص گنجائش ہے جب وہ کسی ایسے شخص کو نہ پائے جو اس کے معاملہ کو کفایت کرجائے اور بعض نے اس حدیث مبارک کو قلیل عمل پر محمول کیا ہے اور یہی زیادہ صحیح توجیح ہے۔ (امام سیوطی علیہ الرحمہ کا کلام مکمل ہوا)

اور علامہ بدر الدین عینی حنفی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ امام نووی علیہ الرحمہ نے اس حدیث مبارک کے تحت لکھا ہے کہ یہ حدیث مذہب شافعی اور جو ان سے اس مسئلہ میں موافقت رکھنے والے ہیں ان کے لیے یہ دلیل ہے کہ بچے یا بچی کو یا اس کے علاوہ کسی پاک جانور کو فرض میں یا نفل میں اٹھانا جائز ہے اور یہ امام، منفرد اور مقتدی کے لیے بھی جائز ہے۔ البتہ مذہب حنفی اس بارے وہی ہے جسے ''بدائع الصنائع'' میں علامہ کاسانی علیہ الرحمہ نے ذکر فرمایا ہے ''اگر عورت نے نماز میں اپنے بچے کو اٹھالیا اور بچے نے دودھ پی لیا تو نماز ٹوٹ جائے گی کیونکہ یہ عمل کثیر ہے اور اگر بچے کو دودھ پلائے بغیر اٹھایا تو نماز نہیں ٹوٹے گی۔

پھر امام کاسانی علیہ الرحمہ نے متن والی حدیث کو ذکر فرمایا اور (اس حدیث میں معلوم ہوتا ہے کہ) آپ ﷺ نے اس عمل کو ناپسند اور مکروہ نہیں گردانا کیونکہ کوئی ایسا شخص ہی نہ تھا جو اس بچی کی حفاظت کرتا یا یہ حدیث بیان جواز کے لیے ہے اور اسی طرح ہمارے زمانے میں بھی ضرورت و حاجت کے وقت مکروہ نہیں ہے اور ضرورت نہ ہونے کے وقت مکروہ ہے۔ (علامہ کاسانی کا کلام مکمل ہوا) اور ''فتاویٰ عالمگیری'' میں ہے جب نمازی اپنے اوپر چادر اوڑھے یا ہلکی شئے ایک ہاتھ سے اٹھائے یا بچے کو یا کپڑے کو اپنے کندھے پر رکھے تو نماز فاسد نہ ہوگی اسی طرح ''فتاوی قاضی خاں'' میں ہے۔

گذشتہ حدیث شریف میں دورانِ نماز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت امامہ بنت زینب رضی اللہ عنہا کو اٹھایا اور محدثین کی وضاحت کے مطابق ان کو اٹھانے کی ضرورت و حاجت درکار تھی۔ اب اگر آج کوئی ایسا عمل کرے تو گذشتہ تحقیق کے مطابق اس کی نماز فاسد نہ

ہوگی اگرچہ دیکھنے والے کو یہی شک لاحق ہو جائے کہ ایسا کام کرنے والا نماز میں نہیں ہے۔ لیکن ہم نے اس سے قبل "فتح القدیر" کے حوالہ سے ایک جزیہ پیش کیا تھا کہ ایک کام اپنی ذات کے اعتبار سے عمل کثیر ہی کیوں نہ ہو لیکن ضرورت وحاجت کے وقت وہ قلیل کے حکم میں ہو جاتا ہے اور ائمہ حدیث وفقہاء کرام نے اس حدیث کے تحت "ضرورت وحاجت کے پیش نظر کسی ایسے خارجی کام کو ادا کرنے کی گنجائش دی ہے جس سے نماز کی اصلاح کرنا مقصود ہو۔" [1]

لہٰذا نماز میں موبائل فون کو ہاتھ سے بند کرنا ایک ایسا ہی امر ہے جس کے ذریعے نماز کی اصلاح کرنا مقصود ہوتا ہے۔ موبائل فون بند کرنے میں اگر بہ ظاہر عمل کثیر بھی ہو جائے تو ضرورت کی خاطر یہ عمل قلیل کے حکم میں ہوگا لیکن اس میں عمل کثیر کا تحقق ہی بعید ہے۔ چہ جائیکہ عمل قلیل کے حکم میں تسلیم کیا جائے۔

۴) امام ابوداؤد "ابوداؤد شریف" میں اپنی سند کے ساتھ نماز میں سانپ اور بچھو مارنے کے بارے میں رقمطراز ہیں:

عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ اقتلوا الأسودين فی الصلوة الحية والعقرب [2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "نماز میں دو سیاہ چیزوں کو قتل کرو یعنی کالا سانپ اور بچھو۔"

اس حدیث کے تحت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

گفتہ اند کہ بزند یک زدن یا دو زدن واگر سہ بار زند پیہم نماز فاسد گردد [3]

[1] فتاویٰ شامی، ج ۲ ص ۴۶۵، مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور
[2] ابوداؤد شریف، ج ۱ ص ۱۴۰، مطبوعہ مکتبہ حقانیہ ملتان
[3] اشعۃ اللمعات، ج ۱ ص ۴۶۸، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ



یعنی "کہا گیا ہے کہ" سانپ بچھو کو نماز میں ایک یا دو ضربیں لگا سکتا ہے اور اگر تین مسلسل ضربیں لگائیں تو نماز فاسد ہو جائے گی۔"

ملا علی قاری رحمہ اللہ الباری "مرقاۃ شرح مشکاۃ" میں اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں:

وفی شرح المنية قالوا، أی بعض المشائخ هذا اذالم يحتج الی المشی الكثير، كثلاث خطوات متواليات ولا الی المعالجة الكثيرة كثلاث ضربات متوالية فاما اذا احتاج فمشی وعالج تفسد صلاته [1]

"منیہ کی شرح میں ہے کہ بعض مشائخ نے کہا یہ اس وقت ہے جب بہت زیادہ چلنے کی طرف محتاجی نہ ہو جیسے مسلسل تین قدم چلنا اور نہ بہت زیادہ الجھنے کی طرف محتاجی ہو۔ جیسے مسلسل تین ضربیں لگانا اور جب اس قدر محتاج ہو گیا پھر چلا اور الجھ گیا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔"

سانپ بچھو کو نماز میں مارنے سے اگر چہرہ بھی قبلہ سے پھر گیا تو بھی نماز نہیں ٹوٹے گی

امام سرخسی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں جب حدیث شریف میں اس کی رخصت موجود ہے تو رخصت کا مطلب یہی ہے کہ نماز بھی باقی رہے اور اس عمل کو بھی کر لیا جائے جو بہ ظاہر منافی صلوٰۃ ہے، کیونکہ یہ اصلاح نماز کے لیے ہے۔ هكذا قال الشامی و الطحطاوی وابن همام وشمس الائمه السرخسی [2]

گذشتہ حدیث شریف کے تحت محدثین کی وضاحت سے یہ معلوم ہو گیا کہ ایک یا دو دفعہ سانپ، بچھو کو مارنے کے لیے ضرب لگانے سے نماز نہیں ٹوٹتی کیونکہ یہ موذی اور تکلیف دہ چیز کو

[1] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج ۳ ص ۴۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان
[2] (i) حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار، ج ۱ ص ۲۷۵، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ
(ii) فتح القدیر، ج ۱ ص ۴۱۳، مطبوعہ المکتبۃ الحقانیہ پشاور
(iii) المبسوط، ج ۱ ص ۳۵۲، مطبوعہ المکتبۃ العفاریہ کانسی روڈ کوئٹہ
(iv) رد المحتار علی الدر المختار، ج ۲ ص ۴۶۵، مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور

اپنے سے دور کر رہا ہے تاکہ نماز میں خشوع برقرار رہے اور "منافی خشوع" شئے دور ہو جائے۔
اس وضاحت کے مطابق نماز میں موبائل فون کی بل ساری مسجد کے نمازیوں کو پریشانی کرتی ہے اور نماز میں خشوع کے منافی شئے ہے۔ لہٰذا ساری مسجد کے نمازیوں کی تکلیف کو دور کرنا تنہا نمازی کی تکلیف سے اولیٰ اور اقویٰ ہے نیز سانپ، بچھو میں تکلیف طبعی ہے جبکہ موبائل فون کی بل میں تکلیف شرعی ہے۔ جب تکلیف طبعی کے لیے رخصت ہے تو تکلیف شرعی کے لیے رخصت بطریق اولیٰ ہوگی اور اس میں کسی قسم کی کراہت بھی نہیں آئے گی۔

چنانچہ علامہ ابن مازہ بخاری حنفی علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں:

إلا أنه ذكر الكراهية هاهنا ولم يذكر في قتل الحية والعقرب، لان الحية والعقرب مما يشغلان قلب المصلي عن صلاته فكان في قتلهما إصلاح صلاته فكان من أعمال صلاته فليس مكروهاً [1]

"یعنی (پرندہ کو نماز میں کنکری یا پتھر مارنا مکروہ ہے) "مگر اس کراہت کو سانپ، بچھو کے مارنے میں ذکر نہیں کیا گیا۔ کیونکہ سانپ اور بچھو نمازی کے دل کو اس کی نماز سے مشغول اور بے توجہ کر دیتے ہیں۔ لہٰذا ان دونوں کے قتل میں نمازی اپنی نماز کی اصلاح کر رہا ہے تو یہ نماز کے افعال سے ہی ایک فعل ہے جو مکروہ نہیں۔"

لہٰذا نماز میں موبائل فون کو بند کرنا "شرعی عذر" ہے جس کے کرنے سے نماز کی اصلاح ہوتی ہے جیسا کہ سانپ، بچھو کو مارنے میں اصلاح مقصود ہوتی ہے۔ سو موبائل فون کا نماز میں بند کرنا مکروہ نہ ہوا۔

۵) امام بخاری "بخاری شریف" میں اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کو حالتِ نماز میں رسول اللہ ﷺ کا بائیں جانب سے دائیں جانب کان مل کر لانا بیان

---

[1] المحیط البرہانی فی الفقہ النعمانی، ج۱ص ۳۹۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان



فرماتے ہیں۔ یعنی جب آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام رات کو تہجد ادا کرنے کے لیے اٹھے تو اچھی طرح وضو فرمایا پھر آپ نماز کے لیے کھڑے ہو گئے۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں نے بھی آپ کے طریقے کے مطابق عمل کیا۔

وقمت الى جنبه فوضع يده اليمنى على راسي واخذ باذني يفتلها ... [1]

"یعنی میں آپ کی (بائیں) طرف کھڑا ہو گیا، آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا داہنا ہاتھ میرے سر پر رکھا اور میرے کان کو ملا۔"

ایک روایت میں ہے:

ورأيت يمسح العرق عن جبينه [2]

"اور میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ اپنی پیشانی سے پسینہ اقدس پونچھ رہے ہیں۔"

ایک اور روایت میں ہے:

قمت عن يساره فجعلني عن يمينه [3]

"یعنی میں آپ کے بائیں طرف کھڑا ہو گیا تو آپ نے مجھے اپنی دائیں جانب کر لیا۔"

اس روایت کے تحت علامہ بدر الدین عینی حنفی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

فيه جواز العمل اليسير في الصلاة [4]

"اس حدیث شریف میں نماز کے اندر عمل قلیل کرنے کا جواز موجود ہے۔"

جب حالتِ نماز میں اپنے دائیں ہاتھ کے ذریعے بائیں طرف شخص کے کان کو مل کر دائیں طرف لانا اس واسطے جائز ہے کہ بائیں طرف کھڑے ہو کر اقتداء کرنا "خلافِ

---

[1] بخاری شریف، ج۱ص ۱۳۵، ابواب الوتر، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی
[2] الفتاوی التتارخانیہ، ج۱ص ۳۸۷، کتاب الصلاۃ، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی
[3] بخاری شریف، ج۱ص ۲۲، کتاب العلم، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی
[4] عمدۃ القاری شرح البخاری، ج۲ص ۲۷۱، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان

سنت'' ہے اور بائیں طرف سے دائیں طرف لانے کے عمل کو ''عمل یسیر'' کہا جا رہا ہے۔ سو جب خلافِ سنت معاملہ کو ختم کرنے کے لیے نماز میں ہاتھ کو حرکت اس طرح دی جائے جس سے دوسرے فرد کو ''خلافِ سنت'' معاملے کو چھوڑنا سمجھ آجائے اور دوسرا فرد اس اشارہ پر عمل پیرا بھی ہو جائے تو دونوں میں سے کسی فرد کی نماز نہیں ٹوٹے گی۔ یہ تو اداء سنت کے بارے عمل تھا اگر اداء واجب کے لیے یہ عمل کیا جائے تو یہ بطریق اولیٰ جائز ہوگا۔ نماز میں خشوع، آدابِ مسجد اور نمازیوں کی نماز کا خیال واجب امور سے ہے۔ لہٰذا اگر موبائل فون کو جیب سے نکال کر اس واسطے بند کر دیا جائے کہ اس کی آواز سے نمازی پریشان نہ ہوں، منافی خضوع عمل نہ ہو اور آدابِ مسجد کے خلاف کام نہ ہو تو اس حدیث مبارک کی رو سے نماز میں بجتے ہوئے موبائل فون کو بند کرنا بھی جائز ہوگا اور یہ عمل بھی یسیر ہوگا کثیر نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

''فتاویٰ شامی'' میں نماز کے اندر کیے جانے والے عمل مکروہ وغیر مکروہ کے بارے ''قاعدہ کلیہ'' بیان فرماتے ہوئے علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں:

قال فی النہایۃ: وحاصلہ ان کل عمل ہو مفید للمصلی فلا باس بہ اصلہ ماروی ان النبی ﷺ عرق فی صلاتہ فسلت العرق عن جبینہ أی مسحہ، لانہ کان یوذیہ فکان مفیداً وفی زمن الصیف کان اذا قام من السجود نقض ثوبہ یمنۃ أویسرۃ لانہ کان مفیداً کی لا تبقی صورۃ فاما مالیس بمفید فھو العبث [1]

---

[1] (i) فتاویٰ شامی، ج۱، ص ۳۷۴، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ
(ii) فتاویٰ عالمگیری، ج۱، ص ۱۱۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان
(iii) خلاصۃ الفتاویٰ (کتاب الصلوٰۃ) الفصل الثانی، ج۱، ص ۵۷، مطبوعہ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ
(iv) الفتاویٰ التتارخانیۃ، ج۱، ص ۴۰۹، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی



''نہایہ میں ہے کہ ''ہر وہ عمل جو نمازی کو فائدہ دے اس کے کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔'' اس کی دلیل وہ روایت ہے جس میں نبی اکرم ﷺ کو نماز میں پسینہ آیا آپ نے پیشانی اقدس سے پسینہ مبارک صاف فرمایا کیونکہ یہ نماز میں اذیت دے رہا تھا تو اس کو صاف کرنا مفید ہوگیا اور گرمیوں کے زمانہ میں جب آپ سجدہ سے اٹھتے تو کپڑے کو دائیں بائیں جھٹک لیتے کیونکہ یہ عمل مفید تھا تاکہ کسی قسم کی ہیئت وصورت باقی نہ رہے اور جو مفید نہیں وہ عبث ہے۔''

**خلاصۂ کلام:**

گذشتہ تحقیق سے یہ واضح ہوگیا کہ خشوع کو نماز میں بجالانا واجب ہے اور خشوع حضورِ قلب، تسکین جوارح اور ارکان پر محافظت ومداومت کا نام ہے [1] اور مسجد کا ادب، ملحوظ خاطر رکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

''لہٰذا نماز میں موبائل فون کی بل، خشوع کے منافی اور آدابِ مسجد کے خلاف ہے۔ جس کو دورانِ نماز ایک ہاتھ سے، جیب کے اندر بند کر دیں اور اگر ایسا کرنا ممکن نہ ہو تو جیب سے دائیں ہاتھ کے ذریعے موبائل فون نکال کر بند کر دیں اور اگر دیکھ کر بند کرنے کی حاجت درکار ہو تو دیکھ کر بھی موبائل فون بند کر سکتے ہیں۔ بقدرِ ضرورت، ضرورت کا حکم لاحق ہوگا۔ خواہ مخواہ اس سے تجاوز کیا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔''

دوست احباب مسئلہ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے سمجھتے ہیں کہ اگر موبائل فون بند کر دیا تو شاید نماز ٹوٹ جائے گی۔ وہ موبائل بند نہیں کرتے اور ساری مسجد اس فون کے شور سے پریشان دل ہو جاتی ہے اور کوئی اتنے حساس طبیعت کے مالک ہوتے ہیں کہ ادھر موبائل فون کی بل بجنا شروع ہوئی ادھر جناب نماز ہی توڑ دیتے ہیں اور کوئی اتنے لاپرواہ کہ دو

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی، ج۱، ص ۲۶۶، مطبوعہ المکتبۃ الغوثیۃ کراچی

ہاتھوں سے موبائل فون بند کرنا شروع کر دیتے ہیں اور بعض عرب ممالک میں دوران نماز اگر فون آجائے تو نمازی صاحب فون نکال کر اون (ON) کر کے کان سے لگا کر کہتے ہیں: انا فی الصلوٰۃ ''میں نماز میں ہوں''۔ یہ سارے طریقے درست نہیں۔ صحیح طریقہ وہی ہے جسے ہم نے دلائل سے مزین کر کے افراط وتفریط سے پہلوتہی کرتے ہوئے بیان کیا۔

واللہ اعلم بالصواب

۵ ربیع الاول ۱۴۳۲ھ

بمطابق ۹ فروری ۲۰۱۱ بروز بدھ

# موبائل فون سے متعلق چند دیگر مسائل

## موبائل فون یا میسج (SMS) کے ذریعے نکاح اور طلاق کا مسئلہ:

ٹیلی فون یا میسج (SMS) کے ذریعے طلاق دینے میں ایک شبہ رہتا ہے کہ ہوسکتا ہے طلاق دینے والا خاوند کا کوئی دوست یا کوئی اور جاننے والا شرارت کر رہا ہو اور اسی طرح میسج میں بھی یہ شبہ پایا جاتا ہے اسی شبہ کو فقہاء کرام یوں بیان فرماتے ہیں: الصوت یشبہ الصوت والخط یشبہ الخط ''آواز، آواز کے مشابہ ہوتی ہے اور خط، خط کے مشابہ ہوتا ہے۔''

لہٰذا اب سب سے پہلے اس بات کا یقین درکار ہے کہ آیا یہ میسج یا فون خاوند کی طرف سے ہے یا نہیں اور اس میں اقرار وانکار خاوند کا معتبر ہوگا کیونکہ متی عرف ثبوت الشئی من طریق الاحاطۃ والتیقن فھو علی ذلك مالم یتیقن بخلافہ ''جب کسی شئے کا ثبوت احاطہ اور حصولِ یقین کے طریقے پر ہوجائے تو وہ شئی اسی یقین واحاطہ پر رہے گی جب تک اس کے خلاف کا یقین نہ ہوجائے۔''

سو خاوند کے لیے عورت کو ملکیت ونکاح میں لینے کا ثبوت یقین کے طریقے سے ہو چکا ہے اب یہ یقین اپنے جیسے یقین ہی سے ختم ہوگا۔ چنانچہ فتاویٰ شامی، فتاویٰ عالمگیری اور ''فتاویٰ خانیہ'' میں ہے ''تحریر سے طلاق کے ثبوت میں یہ ضرور ہے کہ شوہر اقرار کرے کہ میں نے لکھی یا لکھوائی یا عورت اس پر گواہ پیش کرے محض اس کے خط سے مشابہ ہونا یا اس جیسے دستخط ہونا یا اس کی مہر جیسی مہر ہونا کافی نہیں ہاں اگر عورت کو اطمینان اور غالب یقین ہے کہ یہ تحریر اسی کی ہے تو اس پر عمل کرنے کی عورت کو اجازت ہے مگر جب شوہر انکار کرے تو بغیر

شہادت کے کوئی چارہ نہیں۔

یہاں یہ بات قابل اعتناء ہے کہ میسج کے ذریعے دی گئی طلاق ایسی نہیں کہ اس کے ذریعے حروف ممتاز نہ ہوتے ہوں۔مثلاً پانی پر یا ہوا پر لکھنا (چونکہ میسج کا حکم خط کا سا ہے اس واسطے فقہاء کرام نے جو تفصیل خط کے بارے میں بیان کی ہم اسے میسج پر منطبق کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں اور آخر میں حوالہ خط کے بارے واقع ہوگا) پھر جب اس بات کی تسلی ہوگئی کہ یہ میسج یا فون خاوند کی طرف سے ہے تو میسج میں کچھ تفصیل ہے کہ وہ میسج جس طرح غائب کو عنوان باندھکر خط لکھتے ہیں کہ معمولی القاب و آداب کے بعد اپنا مطلب لکھتے ہیں اس خطاب کے طریقے پر ہے یا نہیں اگر خاوند بیوی کو مخاطب کر کے خط کے طریقے پر میسج کے ذریعے طلاق دیتا ہے تو نیت کی یا نہ کی طلاق واقع ہوجائے اگر چہ وہ کہے میں نے مشق کے طور پر طلاق لکھی ہے قضاءً اس کا قول معتبر نہیں ہوگا۔ اس صورت میں صرف اتنا فرق ہے کہ اگر کہا ''بعد از سلام تجھے طلاق ہے'' یا اس جیسے کلمات کہے تو اس طلاق کی عدت کا شمار خاوند کے لکھنے کے وقت سے ہوگا اور اگر کہا ''جب تجھے یہ میسج مل جائے تو تجھے طلاق ہے۔'' اس صورت میں طلاق کو چونکہ میسج ملنے پر معلق کیا گیا ہے۔ اس واسطے طلاق کا میسج آنے کے وقت سے اس عورت کی عدت طلاق شمار ہوگی خواہ وہ میسج پڑھے ہی نہ یا دیر سے پڑھے۔

اور اگر وہ میسج خط کے طریقے پر نہیں یعنی خطاب نہیں کیا جارہا تو اس صورت میں طلاق اس وقت واقع ہوگی اگر خاوند نیت طلاق کرے گا مثلاً میسج کرے، ''طلاق، طلاق، طلاق'' یا لکھے کہ ''طلاق واقع ہونے والی شئی ہے'' یا اس جیسے مفہوم کو ادا کرنے والے دیگر کلمات لکھے جس میں خطاب نہ پایا جائے تو اعتبار نیت کا ہے۔

اس وضاحت کے بعد اب صورت حال یہ بنی کہ بیوی کے موبائل پر طلاق کا میسج آیا والد یا بھائی نے اسے ڈیلیٹ کر دیا، لڑکی کو جونہی علم ہوا کہ خاوند نے طلاق کا میسج بھیجا تھا والد یا



بھائی نے اسے ڈیلیٹ کر دیا ہے تو مضمون طلاق سے واقفیت نہ ہونے کی وجہ سے اس صورت میں خاوند کا قول معتبر ہوگا کہ اس نے کتنی طلاقیں بھیجیں تھیں اور کس مضمون سے دیں آیا غیر خطاب میں نیت تھی یا نہیں؟ تو اس صورت میں بات خاوند کی ہی معتبر ہوگی۔لیکن میسج کی صورت میں یہ بات یاد رکھنے والی ہے کہ اگر خاوند نے کسی دوسرے بندے کو کہا ''میری بیوی کو طلاق کا میسج کر دو تو یہ طلاق دینے کا اقرار ہے اس سے طلاق واقع ہوجائے گی۔ اگر چہ وہ نہ بھی لکھے اور اگر لکھنے کا کہا اور اس بندے نے طلاق کو لکھ کر خاوند کو پڑھ کر سنایا، اس نے اس پر مہر لگا دی (یا کورڈورلڈ استعمال کیا جو خاوند اور بیوی میں چلتا تھا یا اپنا نام خود لکھ دیا) عنوان لگا دیا اور عورت کی طرف بھیج دیا طلاق واقع ہو جائے گی بشرطیکہ اس سارے معاملے کی حقانیت پر خاوند کا اقرار ہو یا اس نے دوسرے شخص کو کہا اس میسج کو عورت تک پہنچا دو یا اسے کہا میسج بنا کر ''میری بیوی تک پہنچا دو پھر اگر اس نے اس میسج اور پیغام کا اقرار نہ کیا اور نہ ہی گواہ قائم ہوئے تو قضاءً اور دیانۃً طلاق واقع نہ ہوگی اور اسی طرح ہر وہ میسج اور خط جو اس نے خود نہ لکھا اور نہ اس کی املاء کروائی ہو طلاق واقع نہ ہوگی جب تک خاوند اقرار نہ کرلے کہ بیشک یہ میسج اور خط اس کا اپنا لکھوایا ہوا ہے۔'' [1]

میسج کے ذریعے طلاق یا خط کے ذریعے طلاق یا کسی کو طلاق دینے کا وکیل بنا دیا جائے تو ان امور سے طلاق کا وقوع ہوسکتا ہے کیونکہ ان امور میں نیابت جاری ہوسکتی ہے۔ [2]

لیکن ان امور میں شرط یہی ہے کہ خاوند سے طلاق دینے کا ثبوت یا تو گواہوں سے ہو جائے یا اقرار سے ہو جائے اور خاوند کا بھی یہ حق ہے کہ اگر طلاق دے دی ہے تو اب خواہ مخواہ

---

[1] (i) فتاویٰ شامی، ج ۴، ص ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور

(ii) فتاویٰ عالمگیری، ج ۱، ص ۳۷۸، ۳۷۹، مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ عیدگاہ طوغی روڈ کوئٹہ

(iii) فتاویٰ خانیہ، ج ۱، ص ۴۷۱، علی ہامش الفتاوی الھندیہ، مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ عیدگاہ طوغی روڈ کوئٹہ

[2] بدائع الصنائع جلد نمبر ۳، صفحہ ۱۵۸، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ

حرام کو حلال نہ کرتا پھرے۔

اس مسئلہ کے آخر میں یہ بات انتہائی توجہ سے ملاحظہ فرمائیں کہ اگر اس طرح خدانخواستہ طلاق کا میسج آئے تو اس میں چونکہ کئی ایک احتمالات ہیں کہ وہ طلاق صریح ہے یا کنایہ پھر صریح میں غیر خطاب سے ہے یا نہیں یا بائن ہے یا رجعی، عدت کا اعتبار طلاق کے کس وقت سے لیا جائے؟ ان صورتوں میں عام بندے کو فیصلہ کرنا دشوار ہے لہٰذا آپ اس مسئلہ کو کسی بھی اہل سنت و جماعت کے دارالافتاء سے رابطہ کر کے اس مسئلہ کا شرعی حل کروالیں، خواہ مخواہ اپنے اٹکل پچو نہ لگاتے پھریں بعض وکیل حضرات چند روپوں کی خاطر آپ کی زندگی کو حرام سے حلال بنانے کی کوشش میں رہتے ہیں براہ کرم جرم کی زندگی سے اپنے آپ کو بچانے کے لیے شریعت کے نگہبان، مفتیانِ کرام سے رابطہ فرمائیں۔

## فون کے ذریعے نکاح کا مسئلہ

اس مسئلہ کو سمجھنے سے پہلے یہ سمجھ لیں کہ نکاح میں گواہوں کا ہونا شرط ہے اور گواہوں کا مجلس عقد میں ہونا ضروری ہے اور عاقدین کے کلام کو سننا شرط ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

لانکاح الابشھود[1]

یعنی بغیر گواہوں کے نکاح نہیں۔"

اور ترمذی شریف کی روایت میں ہے:

عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم قال البغایا اللاتی ینکحن انفسھن بغیر بینة

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ

[1] نصب الرایہ للحافظ الزیلعی ۳/۱۶۷، جلد نمبر ۳، صفحہ نمبر ۲۱۲، مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور



وسلم نے ارشاد فرمایا: "زانیہ وہ عورتیں ہیں جو اپنا نکاح بغیر گواہوں کے کریں۔"

اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی دوسری روایت میں ہے:

لانکاح الا ببینة

"نکاح بغیر گواہوں کے نہیں ہوتا۔"[1]

پھر جب یہ ثابت ہے کہ نکاح ایک عقد ہے اور عقد پر گواہ مقرر کرنے کے بارے ارشاد ربانی ہے:

وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ (البقرہ:۲۸۲)

"اور تم میں سے دو مرد (عقد پر) گواہ بن جائیں پھر اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں (گواہ بنیں) جن گواہوں کو تم پسند کرو۔"

سو فون پر یا انٹرنیٹ یا کانفرنس کال کے ذریعے نکاح نہ ہونے کی وجہ بھی یہی ہے کہ ان صورتوں میں گواہ عاقدین کے کلام کو ایک مجلس میں اکٹھے ہو کر نہیں سن سکتے، محض کلام کو سننا اور ہے اور حاضر ہو کر سننا اور ہے جبکہ گواہ کے لیے معاملہ پر حاضر ہونا ضروری ہوتا ہے۔

اب اگر ٹیلی فون کے ذریعے نکاح کرنے کی مجبوری بن پڑے مثلاً لڑکی دوبئی میں ہے اور لڑکا پاکستان۔ اب لڑکی کو بیاہ کر پاکستان بھیجنا چاہتے ہیں تو لڑکا دوبئی میں فون کے ذریعے اپنے کسی رشتہ دار یا جاننے والے کو یا وہاں کے قاری صاحب کو اپنا وکیل مقرر کرے کہ میں آپ کو اجازت دیتا ہوں کہ آپ میری طرف سے بطور وکیل میرا نکاح فلاں لڑکی سے کر دیں تو اب یہ لڑکے کا وکیل بن گیا اسی طرح لڑکی کا وکیل بھی ایسے ہی طریقے کے ساتھ ہو سکتا ہے۔

[1] ترمذی شریف، جلد نمبر ۱، صفحہ ۲۱۰، رقم الحدیث نمبر ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، مطبوعہ مکتبہ علوم اسلامیہ بلوچستان
نصب الرایہ للحافظ الزیلعی جلد نمبر ۳ صفحہ ۲۱۳، مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور

پھر یہ خیال رہے کہ وکیل قائم کرنے کے لیے گواہ کا ہونا شرط نہیں۔ [1]

لیکن جس وقت وکیل نکاح منعقد کرے گا اس وقت مجلس عقد میں گواہوں کا ہونا ضروری ہے۔ گویا وکیل اب دولہے کے قائم مقام ہو گیا ہے۔

اس طرح وکیل بنا کر ٹیلی فون کے ذریعے نکاح کرنا یا میسج کے ذریعے وکیل بنا کر نکاح کرنا یا خط کے ذریعے وکیل بنا کر نکاح کرنے کا ثبوت اس حدیث شریف سے ہے جسے شیخ الاسلام امام سرخسی علیہ الرحمہ نے مبسوط میں بیان فرمایا:

"والاصل فیہ الخ یعنی اس مسئلہ میں حدیث شریف مروی ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے نجاشی بادشاہ کی طرف خط لکھا کہ وہ ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کروادیں۔ جناب نجاشی نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے (وکیل بن کر) آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نکاح ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کر دیا۔ چونکہ جناب نجاشی اس وقت سلطنت کی وجہ سے ام المومنین کے ولی تھے۔

اور یہ بھی روایت کیا گیا ہے کہ جناب نجاشی نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خط لکھنے سے پہلے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے ام المومنین سے نکاح کر دیا سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس خط کے معاملہ کو جائز رکھا۔

دونوں حدیثوں میں سے ہر ایک ہمارے لیے اس بات پر حجت ہے کہ نکاح کو اجازت لاحق ہو جاتی ہے اور خط کے ذریعے پیغامِ نکاح صحیح ہے۔ اور یہ اس لیے ہے کہ دور رہنے والوں سے خط وکتابت قریب رہنے والوں سے خطاب کی طرح ہے۔ خط وکتابت کے

---

[1] المبسوط جلد نمبر ۵، صفحہ نمبر ۲۰، مطبوعہ المکتبۃ الغفاریۃ کانسی روڈ کوئٹہ
فتاویٰ شامی، جلد نمبر ۴، ص ۹۹



حروف اور مفہوم ایسا ہوتا ہے جو معلوم معنی کی ادائیگی کرتا ہے سو یہ حاضر سے خطاب کے مرتبہ پر ہوگا۔

(اور دوسری وجہ یہ ہے کہ) رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تبلیغ احکام پر مامور تھے کیونکہ فرمان الٰہی ہے "اے رسول جو آپ کی طرف اتارا گیا اسے پہنچا دیجیے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کبھی تبلیغ خط وکتابت کے ذریعے فرماتے اور کبھی زبان اقدس کے ذریعے (تو جب ایک فرض امر کی ادائیگی خط وکتابت کے ذریعے ممکن ہے تو نکاح جیسے فی نفسہ جائز اور مسنون کام کی ادائیگی خط وکتابت اور میسج کے ذریعے کیوں منعقد نہ ہوگی۔ ۱۲ امرتضائی۔) [1]

لیکن نکاح منعقد ہونے کے لیے گواہوں کا ہونا شرط ہے۔

اور فون کے ذریعے اس بات کی تسلی ہو جاتی ہے کہ یہ فلاں شخص ہے جو اس نمبر سے رابطہ کر رہا ہے یا اس کی آواز کا لب ولہجہ یا اس کی مخصوص باتیں یہ باور کرا دیتی ہے کہ فون کرنے والا فلاں شخص ہے لیکن یقین کے درجے کا حصول وہ میسج کرنے والے یا فون کرنے والے کے بالمشافہ اقرار یا گواہوں سے ہوگا۔ اور یہ بھی خیال رہے کہ یہ گنجائش غائب شخص کے لیے ہے۔ حاضر کے لیے یہ سہولت نہیں ہے۔ "اگر دونوں طرفوں سے میسج یا فون کے ذریعے بلا توکیل نکاح ہو تو وہ نہیں ہوگا۔" [2]

لہٰذا اس کا یہی ایک طریقہ سامنے آیا کہ نکاح کا وکیل بنا دیا جائے اور اگر خاوند کا وکیل بطور وکیل ہے تو عورت کے پاس جا کر کہے کہ فلاں بن فلاں نے مجھے وکیل بنایا اور گواہوں کی موجودگی میں تیرا نکاح اس سے کر دیا تو نے قبول کیا وہ عورت آگے سے کہے میں نے قبول کیا نکاح ہو جائے گا یا عورت کا وکیل بن کر مرد کے پاس جا کر کہے کہ فلاں بنت فلاں

---

[1] المبسوط، ج ۱، ص ۱۵ مطبوعہ مکتبہ غفاریہ کوئٹہ
[2] فتاویٰ شامی، ج ۴، ص ۸۳، مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور

نے مجھے وکیل بنایا ہے میں نے بطور وکیل تیرا نکاح اس سے کر دیا تو نے قبول کیا وہ مرد آگے سے کہے میں نے قبول کیا، نکاح ہو جائے گا۔

خیال رہے کہ ''یہ قبول کیا'' گواہوں کے لیے سننا شرط ہے۔ ہمارے بعض نکاح خواں حضرات شرم وحیاء کے پیش نظر بڑی دھیمی دھیمی آواز میں نکاح پڑھواتے ہیں لیکن یہ نہیں سوچتے کہ اگر آواز گواہوں نے نہ سنی تو نکاح نہ ہوگا۔ ''گواہوں کو یہ بات سنانا شرط ہے اور توکیل پر گواہ کرنا شرط نہیں۔''[1]

## نکاح پڑھانے کا صحیح طریقہ

فون سے ہٹ کر آج کل نکاح پڑھانے کا ایک غلط طریقہ رائج ہے جس سے نکاح کی فیس تو مل جاتی ہے نکاح نہیں ہوتا۔ نکاح خواں نکاح پڑھانے کے لیے جب آتا ہے تو اسے آگے سے لڑکی کا والد یا لڑکی کا ماموں یا چاچا جی، نکاح خواں کو باہر روک دیتے ہیں اور خود اندر سے اجازت لے کر آتے ہیں اور کبھی وہ اجازت بھی نہیں ہوتی بلکہ خود ہی باہر سے کہہ دیتے ہیں ''جی نکاح پڑھاؤ''۔ جب فقہ حنفی پر عمل ہے تو لڑکی عاقلہ بالغہ ہے اس کی اجازت کا خود اعتبار ہے اب وکیل اس صورت میں لڑکی کا ماموں یا چاچا جی وغیرہ ہیں اب قانون یہ ہے کہ ''وکیل آگے وکیل نہیں بنا سکتا۔''[2] لیکن ہمارے یہاں نکاح خواں کو ماموں یا چاچو وغیرہ وکیل بنا دیتے ہیں جس سے اس مجلس نکاح میں نکاح نہ ہوا۔

دوسرا غلط طریقہ یہ ہے کہ نکاح خواں صاحب لڑکی کے پاس گئے اور جا کر کہنے لگے میں نے تمہارا نکاح فلاں شخص سے کیا تم نے قبول کیا اس نے کہا قبول کیا، پھر لڑکے کے پاس

[1] فتاویٰ شامی، ج ۴، ص ۹۹، مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور

[2] (i) الاشباہ والنظائر، کتاب الوکالۃ، ج ۲، ص ۶، مطبوعہ ادارۃ القرآن، کراچی
(ii) ھدایہ، ج ۳، ص ۲۵۷، مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور



جا کر بھی اسی طرح کہا میں نے تمہارا نکاح فلاں لڑکی سے کیا تم نے قبول کیا اس نے کہا قبول کیا۔ اس سے بھی مجلس نکاح میں نکاح منعقد نہ ہوا۔ کیونکہ نہ تو وکالت کی اجازت پائی گئی اور نہ ہی ایجاب پایا گیا۔

تیسرا غلط طریقہ یہ ہے کہ نکاح خواں صاحب لڑکی کے پاس جا کر نکاح کروانے کی اجازت لے آتے پھر جب لڑکے کے پاس آئے تو اسے کہا ہم آپ کا نکاح فلاں کی بیٹی سے کرتے ہیں آپ قبول کرو گے دولہا نے آگے سے کہا جی قبول کرتے ہیں یا کہہ دیا جی قبول کریں گے، تو اس سے بھی نکاح منعقد نہ ہوگا کہ یہ الفاظ مستقبل اور آئندہ زمانہ کے لیے ہیں جن سے نکاح نہیں ہوتا کما فی الھدایۃ و شرحھا۔

## اب نکاح کا صحیح طریقہ سمجھیے!

ہمارے سمجھدار حضرات عموماً دولہا، دولہن کو کلمات وغیرہ پڑھاتے ہیں کہ آج کل کفر کی وبا عام ہے اور گستاخوں کے فتنے بارشوں کی طرح برس رہے ہیں جس سے ان کے ایمان کو محفوظ رکھنے کے لیے ایسے مواقع پر احتیاطاً کلمات طیبات پڑھا دیے جاتے ہیں تا کہ نکاح حالتِ ایمان میں ہی ہو اس کے بعد نکاح خواں ایک کاغذ پر لڑکی کا نام اس کے والد اور دادا کا نام بمع برادری و مسکن اور حق مہر کی طے شدہ مقدار لکھ لیں اسی طرح اس کاغذ کے دوسری طرف لڑکے کا نام اس کے والد اور دادا کا نام بمع برادری و مسکن اور حق مہر کی طے شدہ مقدار لکھ لیں اب لڑکی کے پاس اجازت لینے کے لیے جائیں تو لڑکے کے نام والا کاغذ سامنے رکھ کر اچھی طرح نام پڑھنے کے بعد کہیں ''محترمہ میں آپ کی طرف سے بطور وکیل فلاں شخص سے جو فلاں کا بیٹا اور فلاں کا پوتا ہے فلاں جگہ کا رہنے والا ہے بعوض حق مہر (اتنے) برائے حلال زوجیت آپ کا نکاح کر دوں مجھے اجازت ہے۔'' نکاح خواں مناسب سمجھے تو ایک بار ہی اجازت لینا کافی ہے اگر تین بار دہرا لے تو کوئی حرج نہیں۔

اس مقام پر یہ سمجھ لیں اگر نکاح خواں صاحب کو اندر نہیں جانے دیتے یا بزرگ شخصیت اندر جانا پسند نہیں فرماتے تو اس کا طریقہ کار یہ ہے کہ قاری صاحب کہیں لڑکی کو کہا جائے کہ فلاں شخص یا فلاں بزرگ تیرا نکاح فلاں شخص کے ساتھ پڑھا دیں انہیں اجازت ہے۔ اگر اس طریقے سے کہا تو آگے نکاح منعقد ہو سکے گا ورنہ نہیں۔ ''اگر ہو سکے تو تعارف کے لیے شناختی کارڈ بھیج دیا جائے۔'' (کذا قال استاذی حافظ الملۃ والدین حافظ محمد عبدالستار السعیدی حفظہ اللہ تعالی)

اس کے بعد نکاح خواں لڑکے کے پاس آجائے جو گواہ بننے والے حضرات ہیں انہیں قریب کرلے تاکہ اپنی آواز ان کو سنا سکے کوشش کرے کہ گواہ بننے والے حضرات بہرے نہ ہوں داڑھی مونڈے فاسق نہ ہو البتہ بہرا ہو تو درست نہیں ہوگا فاسق ہو تو گواہ بن سکتا ہے کل کو اگر خدانخواستہ کوئی مسئلہ بنتا ہے تو عدالت شرعی میں گواہی دے نہیں سکے گا۔

پھر خطبہ نکاح پڑھے اس کے بعد لڑکی کے نام والا کاغذ سامنے رکھ کر لڑکی کا نام اس کے والد اور برادری و مسکن اور حق مہر کی مقدار کا ذکر کر کے کہے کہ ''میں بطور وکیل آپ کا نکاح فلاں لڑکی سے جو فلاں کی بیٹی فلاں برادری و مسکن بعوض حق مہر (اتنے) برائے حلال زوجیت کر دیا آپ نے قبول کیا۔ دولہا سے یہ کہلوائیں کہ ''میں نے قبول کیا'' اسی طرح تین مرتبہ کرلیں تاکہ تسلی ہو جائے۔

اب مسئلہ یہ ہے کہ جن صورتوں میں نکاح نہیں ہوتا اس کے بارے کیا کیا جائے؟ آیا وہ حرام کی زندگی بسر کر رہے ہیں یا نہیں؟ اس بارے مختصر یہ کہ مجلس نکاح میں نہ ہونے والے نکاح کو نکاح فضولی کہتے ہیں۔

''اور نکاح فضولی میں اگر عورت کی طرف سے پہلی فرصت میں خبر نکاح سننے کے بعد غم



کی وجہ سے کچھ اظہار نفرت پایا گیا تو نکاح نہ ہوگا اور یہ ہندوستان میں اکثر ہے۔''[1] (اور آج پاکستان میں بھی اکثر ایسا ہے۔ ۱۲ امرتضائی)

اور اگر اس پہلی فرصت میں اظہار نفرت نہ ہوا بلکہ قولاً فعلاً یا سکوتاً خوشی پائی گئی تو نکاح منعقد ہو گیا۔[2]

اب یہ نکاح ایجاب و قبول کے طریقے پر نہیں ہوگا بلکہ شہرت کے طریقہ پر ہوگا۔ جبکہ مجلس نکاح کا مقصد ایجاب و قبول کے دستور پر نکاح کا انعقاد ہوتا ہے اور یہی بہتر اور باعث برکت ہے۔ اس کے علاوہ پہلی فرصت میں اظہار نفرت کی وجہ سے خواہ مخواہ بدکاری کا ارتکاب کریں گے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے اسی لیے کسی بزرگ عالم سے نکاح پڑھوانے کی کوشش کرنی چاہیے جو مسائل نکاح کا عالم ہو۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

## مسجد کی بجلی سے موبائل فون چارج کرنے کا شرعی حکم

اس مسئلہ کو سمجھنے میں پہلی بات یہ سمجھ لیں کہ بجلی ایک ایسا امر ہے جو ہر ساعت اور ہر لحظہ خرچ ہوتی ہے اور ہر آن نئی اور جدید شئی ہے اس کا ہر جو ہر قیمت پر مبنی ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک یونٹ خرچ ہونے پر اس بات کا ثبوت فراہم ہو جاتا ہے کہ یہ شخص بجلی کی اتنی قیمت کا ذمہ دار ہو گیا ہے۔ برخلاف پانی کے کنواں کے کہ اس میں جگہ دینے کے بعد کھودائی سے پانی ملنا شروع ہو گیا اور پھر کنواں سے پانی کو جس طریقے سے بھی حاصل کرے اجرت نہیں ہے، یہ ایک مرتبہ جگہ دے کر وقف کرنے سے تاحیات وقف ہے۔ البتہ آج کل سرکاری

[1] فتاویٰ رضویہ، ج ۱۱، ص ۱۶۹، رضا فاؤنڈیشن، لاہور

[2] فتاویٰ رضویہ، ج ۱۱، ص ۱۴۵، ۱۶۸، رضا فاؤنڈیشن، لاہور

نل سے ہمیں پانی مول کا ملتا ہے خود زمین سے نہیں نکالتے یہی وجہ ہے کہ گورنمنٹ کا ٹیوب ویل بند ہونے کی وجہ سے پانی نہیں آتا۔ سو اگر سرکاری پانی وقف کیا تو اس کا بھی بجلی کی طرح ہر آن علیحدہ حکم ہوگا۔ البتہ اگر ایک ماہ یا چند سال یا علی الاطلاق وقف کر دے تو آئندہ کا لحاظ رکھتے ہوئے یہ وقف ہوگا۔

ثانیاً: وقف (بجلی میں) واقف کی شرط کا لحاظ ضروری ہے کیونکہ واقف کی شرائط معتبر ہوتی ہیں جب تک شرع کے خلاف نہ ہوں اور ''واقف کی شرط وقف میں نص شارع کی طرح ہے۔''[1]

ثالثاً: مال وقف میں بے جا تصرف کرنے والا خواہ وقف کا متولی ہی کیوں نہ ہو اس پر تاوان دینا ضروری ہے۔[2]

اس وضاحت کے بعد یہ بات عیاں ہوگئی کہ اگر واقف دس دن یا ایک ماہ یا چند سال یا علی الاطلاق جب تک انتظامیہ کمیٹی ہے یا جب تک مسجد ہے کے کلمات سے وقف کرے یا وقف کرنے والا کہے جب تک میرے حالات ساتھ دیتے رہے بجلی یا پانی وغیرہ امور کے خرچہ کی ذمہ داری میرے ذمہ ہے یا انتظامیہ کمیٹی کو کچھ روپے دے دیتا ہے اس مالِ وقف سے اگر کوئی مسجد کی بجلی اس کام کے لیے استعمال کرے جس کے لیے وہ وقف نہ ہو تو اس کا تاوان دینا اس پر لازم ہوگا چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

''کیا مسجد کے چراغ کے ساتھ کتاب کا درس دینا جائز ہے؟ اس بارے جواب یہ ہے کہ اگر چراغ کو نماز کے لیے رکھا گیا ہے تو اس وقت کوئی حرج نہیں ہے اور اگر نماز کے لیے نہیں رکھا گیا بایں طور کہ لوگ نماز سے فارغ ہو گئے اور چلے گئے پھر اگر اس نے رات

[1] فتاویٰ شامی، ج ۶، ص ۵۶۱، مکتبہ حقانیہ پشاور

[2] فتح القدیر، کتاب الوقف، الفصل الاول فی المتولی، ج ۶، ص ۲۲۳، مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور



کے تہائی حصہ تک چراغ کو جلا کر درس دیتے ہوئے تاخیر کی تو کوئی حرج نہیں اور اگر تہائی رات سے تاخیر کی تو اس کے لیے یہ جائز نہیں اسی طرح مضمرات میں ''کتاب الھبہ'' کے اندر مرقوم ہے۔''[1]

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ تہائی رات تک نماز عشاء بلا کراہت ادا کرنے کی وجہ سے مسجد میں چراغ کا تیل وغیرہ عرف و عادات کے اعتبار سے وقف تھا تو اس کا لحاظ رکھتے ہوئے تہائی رات تک کی اجازت دی گئی۔ اس سے زائد کی اجازت نہ ہونے پر اس امر کو گناہ ٹھہرایا حالانکہ چراغ اور تیل دونوں مسجد میں ہیں اور چراغ کی روشنی سے مسجد روشن ہوئی اور اس بندے نے اس روشنی میں دینی کتاب کو پڑھا سو جب ایک قسم کی بالتبع روشنی سے اس امر کو ناجائز کہا گیا تو اس شئی وقف کو اپنی ملکیت میں ہی کر لینا بطریق اولیٰ منع اور ناجائز ہوگا۔

چنانچہ ''بحر الرائق'' میں ہے:

''الاسعاف میں ہے کہ مسجد کے متولی کے لیے چراغِ مسجد کو اٹھا کر اپنے گھر کی طرف لے جانا جائز نہیں۔''[2]

اسی وجہ سے صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی قدس سرہ السامی رقمطراز ہیں:

''مسجد کی اشیاء مثلاً لوٹا، چٹائی وغیرہ کو کسی دوسری غرض میں استعمال نہیں کر سکتے مثلاً لوٹے میں پانی بھر کر اپنے گھر نہیں لے جا سکتے اگرچہ یہ ارادہ ہو کہ واپس کر جاؤں گا اس کی چٹائی اپنے گھر یا کسی دوسری جگہ بچھانا ناجائز ہے۔ یونہی مسجد کے ڈول، رسی سے اپنے گھر کے لیے پانی بھرنا یا کسی چھوٹی سے چھوٹی چیز کو بے موقع اور بے محل استعمال کرنا

[1] الفتاویٰ الھندیہ، ج ۵، ص ۳۲۲، کتاب الکراھیۃ، الباب الخامس فی اداب المسجد، مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ عیدگاہ طوغی روڈ کوئٹہ

[2] البحر الرائق ج ۵، ص ۴۲۰، کتاب الوقف مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ

ناجائز ہے۔" [۱]

ہر وقف شدہ کا معاملہ اپنی نوعیت کے مطابق ایسا ہی حکم رکھتا ہے۔ مدارس کی بجلی بھی چونکہ وقف ہوتی ہے اس واسطے وہاں بھی یہی حکم ہوگا کہ اگر ناظم و مہتمم کی طرف سے علی العموم اجازت ہے تو موبائل فون چارج کرنے میں کوئی حرج نہیں اور اگر پابندی ہے تو جس قدر پابندی ہے اس سے تجاوز کرنا ناجائز ہے۔ مثلاً گرمیوں میں صرف پنکھا اور مکمل سال لائٹ جلانے کی اجازت ہے تو اس سے تجاوز کر کے کپڑے استری کرنا، ہیٹر چلانا، لیپ ٹاپ، کمپیوٹر وغیرہ دیگر الیکٹرانک اشیاء بلا اجازت چلانے پر استعمال شدہ بجلی کی قیمت ادا کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ یہ مال وقف میں غصب ہے "جس کی بہتر قیمت ادا کرنا نہایت ضروری ہے۔" [۲]

اسی طرح یہ حکم تمام امور اوقاف میں جاری ہوگا۔ مثلاً مسافر خانے، ہسپتال وغیرہ ان میں بھی جس قدر اجازت ہوگی اس سے تجاوز ناجائز ہے۔ سو مساجد، مدارس مسافر خانے وغیرہ ایسے مقامات میں اگر سائن بورڈ لگا ہو یا اعلان کے ذریعے چارج کرنے یا دیگر امور کی صراحت کر دی جائے تو یہ واقف کی طرف سے رخصت مہیا ہوگئی ہے جسے بقدر ضرورت استعمال میں لاسکتا ہے۔ البتہ معتکف کے لیے موبائل فون کا بے جا استعمال روح اعتکاف کے منافی ہے اگر مخصوص شخصیات موبائل فون کو دورانِ اعتکاف خاص وجوہات کے لیے رکھتی ہیں مثلاً شرعی مسائل بتانے یا پوچھنے کے لیے یا مجبوری کے پیش نظر گھر سے کپڑے یا کھانا وغیرہ منگوانے کے لیے رکھنا تو ان کا عذر صحیح ہونے کی بنا پر بقدر ضرورت جائز ہے کہ کپڑے یا ضرورت کی اشیاء منگوا کر یا مسئلہ پوچھ کر موبائل فون بند کر دیا یا مسائل بتانے کے لیے خاص وقت مثلاً بعد از نماز عصر وقت مقرر کر لیا بقیہ اوقات میں اپنی عبادت میں مشغول رہتے ہوئے

---

[۱] بہار شریعت، ج ۲، حصہ دہم، مسئلہ نمبر ۲۱، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی

[۲] فتاویٰ شامی، کتاب الغصب، ج ۹، ص ۳۰۲، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ



موبائل فون بند کر دیا۔ لیکن یہ احتیاط رہے کہ موبائل فون کی ٹون بند رکھے اور اگر موبائل فون کا دورانِ اعتکاف بے جا استعمال کیا یا پیکج لگا کر میسج اور گھنٹوں تک باتیں تو یہ آداب مسجد کے خلاف ہے جو مکروہ عمل ہے۔ اگر خلافِ شرع باتیں اور غلط معاملات ہیں تو ناجائز و حرام ہے اور اگر بیٹھا ہی اسی مقصد سے تھا تو ایسے بندے کے آخری وقت ایمان کے بارے خطرہ ہے جو شعائر اللہ کو اپنی قضاء شہوت کا ٹھکانا بنا رہا ہے۔ (الأمان والحفیظ)

اکثر مساجد میں جس طرح جوتے چوری ہو جاتے ہیں ایسے ہی موبائل فون بھی چوری ہو جاتے ہیں، اس واسطے عوام کو اعتکاف میں ایسی قیمتی اشیاء رکھنے سے پرہیز کرنا چاہیے خود کو علماء کرام پر قیاس نہیں کرنا چاہیے۔ ان کے منصب عالی انہیں کئی امور کی رخصت دے دیتے ہیں۔ جو درحقیقت ان کی ذمہ داری میں داخل ہوتے ہیں۔ بہر حال موبائل فون چارج کرنے کے حوالے سے معتکف کو ایک خاص وقت کے اندر رخصت ملی ہے۔ عام حالات میں نہیں تو جس طرح روٹی اور کپڑے گھر سے ضرورت کے وقت منگوا لیتے ہیں اسی طرح موبائل فون بھی گھر سے چارج ہو کر آسکتا ہے۔ جس طرح کھانا مسجد میں نہیں پکایا جاتا اور کپڑے مسجد کے اندر نہیں دھوئے جاتے صرف انہیں مسجد میں استعمال کرسکتا ہے تو موبائل فون کو مسجد میں استعمال کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کے چارج کرنے کی رخصت بھی مسجد کے اندر مہیا ہو، ہاں اگر انتظامیہ کی طرف سے رخصت کی صراحت ہو تو الگ بات ہے۔

## کمپنی سے ایڈوانس لوڈ کی شرعی حیثیت

کمپنی سے ایڈوانس لوڈ شرعاً جائز ہے اس کو سمجھنے سے پہلے یہ سمجھیے کہ آپ جو رقم دے کر ایزی لوڈ حاصل کرتے ہیں یا کارڈ کے ذریعے بیلنس حاصل کرتے ہیں اور آپ کے موبائل پر بیلنس کی رقم واضح ہو جاتی ہے مثلاً 100 روپے کا بیلنس کروایا اور بیلنس 70 روپے آئے تو یہ 70 روپے کا بیلنس 70 روپے نہیں ہوتے ورنہ 100 روپے دے کر 70 روپے لینا ثمن

عرفی میں ناجائز ہے۔ یہ 70 روپے کا بیلنس درحقیقت ایک مبیع ہے اور 70 روپے کا نمبر بیلنس کی صورت میں آجانا یہ اس مبیع کے وجود کی علامت ہے۔ یہ مبیع اگرچہ غیر محسوس ہے لیکن اس کا وجود ضرور ہے جیسے قسطوں کے ذریعے خرید وفروخت میں مبیع (سودا) کے ساتھ ''معین وقت بھی مبیع کا ایک جز بن جاتا ہے۔''[1] یہی وجہ ہے کہ اس جائز معاملہ میں دو صفقات یعنی دو سودے لازم نہیں آتے۔ سو وقت غیر محسوس ضرور ہے لیکن مبیع بننے کی صلاحیت ضرور رکھتا ہے۔ چنانچہ ھدایہ شریف میں ہے:

ومن اشتری غلاما بالف درهم نسیئة فباعه بربح مائة ولم یبین فعلم المشتری فان شاء رده وإن شاء قبل لان للأجل شبها بالمبیع الایری انه یزاد فی الثمن لاجل الأجل والشبهة فی هذا ملحقة بالحقیقة فصار كأنه اشتری شیائن وباع أحدهما مرابحةً بثمنها

''یعنی جس نے غلام ایک ہزار درہم کے بدلے ادھار خریدا پھر اسے ایک سو درہم کے نفع کے ساتھ بیچ دیا اور بیان نہ کیا خریدنے والے نے جان لیا تو اسے اختیار ہے واپس کر دے چاہے قبول کرلے کیونکہ مدت کو مبیع کے ساتھ ایک قسم کی مشابہت ہے کیا یہ بات نہیں دیکھی جاتی کہ مدت کے مقرر ہونے کی وجہ سے ثمن میں زیادتی کی جاتی ہے اور اس معاملہ میں مشابہت حقیقت کے درجے میں ہوتی ہے سو یہ ایسے ہوگیا کہ اس نے دو چیزیں خریدیں اور ان میں سے ایک کو مرابحۃً اس ثمن کے مطابق بیچ دیا۔[2]

اس تمہیدی گزارش کے بعد اب یہ امر واضح ہوگیا کہ کمپنی سے ایڈوانس لوڈ روپے نہیں مبیع ہے جسے نارمل حالات میں حاصل کیا جائے تو روپے کم لگتے ہیں ایمرجنسی طریقے سے

[1] ھدایہ، کتاب البیوع، باب المرابحۃ والتولیۃ، ج ۳، ص ۷۶، مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور

[2] ھدایہ، ج ۳، ص ۷۶، مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور



حاصل کیا جائے تو یہ مبیع زیادہ روپے کا ملتا ہے۔ کیونکہ اس نے مبیع خریدنے میں سہولت کو بھی ساتھ خریدا ہے۔ بعض حضرات نے اس ایڈوانس لوڈ کو اجارہ قرار دیا ہے۔ مجھ پر اس کا اجارہ ہونا واضح نہیں ہوا کیونکہ اجارہ محض عقد المنافع کا نام نہیں ہے بلکہ کسی شئی سے منفعت کا نام اجارہ ہے محض منافع نہیں۔

چنانچہ درمختار میں ہے:

وشرعاً تملیك نفع مقصود من العین

یعنی اجارہ شریعت میں (اور نظر عقلاء میں) عین شئی سے مقصودی منفعت کا نام ہے۔[1]

بعض حضرات کو شاید مغالطہ لگنے کی وجہ یہ ہو کہ اس بیلنس سے چونکہ نفع اٹھایا جاتا ہے تو انہوں نے اس غیر محسوس مبیع کو منفعت کا نام دے دیا پھر اسے عقد المنافع کہہ کر اس پر اجارہ کی تعریف چسپاں کر دی۔ حالانکہ اجارہ میں عین کے مقصودی نفع کا عقد ہوتا ہے جبکہ یہاں بیلنس خود ہی عین ہے اب اس کا نفع تو کوئی نہیں ہے جس سے فائدہ حاصل کیا جائے اور بیلنس خود محفوظ رہے بلکہ حاصل بھی عین بیلنس ہوا اور استعمال بھی عین بیلنس ہوا۔

واللہ اعلم بالصواب

[1] درمختار مع حاشیہ ردالمحتار، ج ۹، ص ۶-۷، مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور

بندہ نے ان مضامین میں حتی الوسع حق کے راستے کو اختیار کیا ہے۔ یک طرفہ مفہوم سے اجتناب کی کوشش کی ہے، فقہاء کرام کی عبارات کو بطور نظائر پیش کرنے کے ساتھ ساتھ بعض جگہ احادیث مقدسہ سے بھی اس مسئلہ کا استنباط قارئین کی نظر کیا ہے۔ اس کے بعد اس رسالہ میں جو صحت و درستی پائیں وہ اللہ تعالیٰ کا کرم اور اس کے پیارے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا صدقہ مشائخ واساتذہ کی نگاہِ محبت سمجھیں اور بیشک خطاء کا سزاوار یہی بندہ ہوگا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سعی کو قبول فرمائے اور ہم سب کا خاتمہ سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقے ایمان پر فرمائے، مجھ خطاء کار کو بخشے اور ہم سب پر رحم و کرم کے بادل برسائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

یارب بالمصطفی بلغ مقاصدنا

واغفرلنا مامضی یاواسع الکرم

فقط

ابوالحسن محمد

الشہیر

ضمیر احمد مرتضائی غفرلہ الباری

تکمیل رسالہ:

۱۰، شعبان المعظم ۱۴۳۵ھ

بمطابق ۹ جون ۲۰۱۴ء بروز پیر

# اختتامیہ

آخر میں بندہ اپنے والدین، اساتذہ ومشائخ کے لیے دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو صحت اور خاتمہ بالایمان کی دولت عطا فرمائے۔

خصوصاً میرے پیارے ماموں جان

استاذ العلماء فضیلۃ الشیخ

صاحبزادہ **میاں خلیل احمد مرتضائی** حفظہ اللہ تعالیٰ

کو اللہ تعالیٰ صحت کاملہ عطا فرمائے

اور

اُن کا سایہ تادیر ہم پر قائم رکھے۔

آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

طالب دعا

ابوالحسن محمد

الشہیر

ضمیر احمد مرتضائی غفرلہ الباری

لکی کمیٹی اور بولی والی کمیٹی کے حرام ہونے کے دلائل
اور پرچی والی کمیٹی کے شرعی طریقہ کار کے بیان پر
ایک تحقیقی فتویٰ

موسوم به

# موجودہ کمیٹیاں شریعت کے آئینہ میں


از قلم

استاذ العلماء، حضرت علامہ ومولانا

مفتی ضمیر احمد مرتضائی حفظہ اللہ

(مدرس جامعہ مہتابیہ چشتیہ، لاری اڈہ، فاروق آباد)



**مسلم کتابوی**

دربار مارکیٹ، گنج بخش روڈ، لاہور

042-37225605

**Email:** muslimkitabevi@gmail.com

قابلِ مُطالعہ کتابیں